تین طلاقوں کا شرعی حکم

از قلم

شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج

علامہ کہف الوری قادری مصباحی

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

     /makhtarraza1011

تین طلاقوں کا شرعی حکم

از قلم

شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج

علامہ کہف الوری قادری مصباحی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰه

بیاد: رئیس المتکلمین حضرت العلام مفتی نقی علی خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ

(والد ماجد امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

نام عربی کتاب: تین طلاقوں کا شرعی حکم

مصنف: جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری نور اللہ مرقدہٗ (متوفی: ۱۴۳۹ھ)

تحقیق وتخریج: مولانا کہف الوریٰ قادری مصباحی

کمپوزنگ: پیامی گرافکس، مبارک پور اعظم گڑھ

سیٹنگ: دانش رضا قادری

پروف ریڈنگ: فضل احمد رضا اختر القادری

صفحات: ۷۲

سن اشاعت (باراول): اپریل ۱۹۹۵ء

(باردوم): ۲۰۱۵ء

(بارسوم): ۲۰۱۸ء

(بارچہارم): ۲۰۲۲ء/۱۴۴۳ھ (بموقع چوتھا عرس تاج الشریعہ علیہ الرحمہ)

ناشر: دارالنقی، تاج الشریعہ فاؤنڈیشن کراچی

www.muftiakhtarrazakhan.com

فہرست

عرضِ حال

الحمد للہ الذی أنعم علی عبادہ الصالحین وھداھم إلیٰ صراط المستقیم وأنْقَذَھم من الضلال والجحیم. والصلوٰۃ والسلام علی حبیبنا و شفیعنا محمدن المصطفیٰ صاحب التحیۃ والثنا وعلیٰ آلہ وصحبہ وجمیع فقھاء الإسلام والمحدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم أجمعین۔

حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آپ کے علمی کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ خصوصاً آپ نے فتویٰ نویسی اور مخالفین کی جانب سے کیے گئے اعتراضات والزامات کا انتہائی مدلل ومبرہن جواب دے کر مسلکِ حقہ کے معتقدات ونظریات کی حفاظت وصیانت فرمائی ہے۔

انھیں علمی سرمایوں میں سے ایک اہم سرمایہ آپ کی تصنیف لطیف "تین طلاقوں کا شرعی حکم" ہے اس کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ پاکستان کے ایک غیر مقلد نے آپ کے پاس بذریعہ ڈاک ایک تحریر بھیجی جس میں طلاقِ ثلاثہ پر اعتراضات کیے گئے تھے۔ آپ نے اسی وقت اپنے نوکِ قلم سے ایسے علمی اور لاجواب رشحات بکھیرے کہ آج تک معاند مخالف جواب الجواب کی تاب نہ لاسکا۔

آپ نے رسالے میں نہایت شستہ اردو استعمال فرمائی اور اپنا موقف، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور بیشتر اقوال فقہا ومحدثین سے مزین فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک، جیسا کہ وہابیہ غیر مقلدین کی خرافات

اوران کی نفسی خواہشات ہے۔

زیر نظر رسالہ پہلی مرتبہ اپریل ۱۹۹۵ء اور دوسری مرتبہ ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا لیکن تصحیح و تخریج سے آراستہ ہو کر ایک بار پھر قارئین کرام کے روبرو ہو رہا ہے۔

میں نے تخریج کے سلسلہ میں اپنے مشفق اساتذہ اور مہربان دوستوں سے کافی حد تک مدد لی ہے خصوصاً خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ ناظم علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور نے بڑی رہنمائی کی اور نظر اصلاح سے نوازا۔

کتاب کی عربی عبارات کو اصل کتاب میں نقل شدہ عبارات سے بلفظہٖ پوری دیانت داری کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے اور اصل کتاب کا باب، صفحہ، جلد اور مطبع کا حوالہ بھی درج کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی صاحب بصیرت لغزش و خطا پر مطلع ہوں تو میری طرف منسوب کریں اور اطلاع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔

از: محمد کہف الوریٰ قادری مصباحی

متعلّم: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

مطابق ۴ر ستمبر ۲۰۱۸ء

حرفِ مدعا

جانشین مفتیٔ اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری قادری کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں، آپ کی عبقریت، علمی وجاہت، فنی مہارت، جزئیات فقہ پر گہری دسترس، فطری ذکاوت و فطانت، علوم قرآن و حدیث پر استحضار و تبحر مسلّم ہے۔ اور آپ کو علومِ قدیمہ و جدیدہ پر کامل عبور حاصل تھا۔

۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء میں پاکستان سے غیر مقلد کا ایک کتابچہ اور اس کے ساتھ کچھ سوالات بغرض جواب جانشین مفتی اعظم کی خدمت میں آئے، آپ نے فوری طور پر جواب قلم بند فرما دیا، ان جوابات کو کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر افسوس کہ ذخیرہ ڈاک میں وہ سوالات گم ہو گئے۔ کافی تلاش و جستجو کے بعد بھی دستیاب نہ ہو سکے۔ ان سوالات کا لب لباب یہ ہے کہ "کیا بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی یا تین؟" کتابچہ میں غیر مقلد نے لکھا کہ "ایک ہی واقع ہو گی۔" جانشین مفتیٔ اعظم نے مفصل و مدلل طور پر غیر مقلد کی بہتان طرازی، ذہنی اختراع، آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ اور متقدمین کی کتابوں کی کتر بیونت اور اس کی خیانتوں سے نقاب کشائی کی ہے، اور آپ نے قرآنِ کریم، احادیث، خلفاے راشدین ائمہ مجتہدین اور علمائے سلف و خلف کے اقوال و اعمال سے یہ ثابت کیا ہے کہ " یک بارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی۔" مزید برآں جانشین مفتی اعظم نے ان کی تضاد بیانیوں پر مضبوط گرفت بھی فرمائی ہے

اور غیر مقلدین پر سوالات بھی قائم کیے ہیں جو ان شاء اللہ! قیامت تک ان کے سروں پر شمشیر برہنہ کی طرح لٹکتے رہیں گے اور وہ جواب دینے سے عاجز و قاصر رہیں گے۔

۱۹۹۳ء میں جمعیت اہلِ حدیث غیر مقلدین نے میڈیا میں خوب شور و غوغا مچایا اور ایک فتویٰ جاری کیا کہ "مجلس واحد میں دی گئی تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی۔" غیر مقلدوں کی مجلس تحقیقات علمی کے ارکان میں مولوی شیخ عطاء اللہ پٹنی، مولوی عبید الرحمٰن اور شیخ جمیل احمد مدنی کے دستخط تھے۔ حضرت تاج الشریعہ نے اسی وقت اس فتوے کا جواب میڈیا کے ذریعے دے کر فرمایا کہ "نام نہاد جمعیت اہلِ حدیث مسلمانوں کی کوئی نمائندہ جماعت نہیں ہے، اس لیے اسے امت مسلمہ پر اپنی رائے مسلط کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ جمعیت کا بیان نہ صرف حنفی بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی سبھی اماموں کے پوری طرح خلاف ہے۔ ناقابل عمل، باطل، مردود اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی ناپاک کوشش وسیاسی چال ہے۔" [1]

ناظرین! تعصب و تنگ نظری کے دبیز پردے کو اٹھا کر ان حقائق و شواہد کا مطالعہ کریں تو ضرور اہلِ عدل و انصاف اور غیر جانب دار اس نتیجے پر پہنچ کر یہ فیصلہ کریں گے کہ اب حق روزِ روشن کی طرح واضح و ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حق و ناحق میں امتیاز کرنے اور پرکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

مدیر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ / سوداگران، بریلی شریف

۱۲ / اپریل ۱۹۹۵ء

---

[1] روزنامہ دینک جاگرن بریلی، شمارہ: ۳۱ / مئی ۱۹۹۳ء

تین طلاقوں کا شرعی حکم

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحقِ و الصواب

فی الواقع ائمۂ اربعہ و جماہیر اہلِ سنت کا سلفاً و خلفاً اس امر پر اجماع ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی۔ اس امر میں کسی معتد بہ کا اختلاف نہیں۔ البتہ ظاہری[1] اور آج کے غیر مقلد گمراہ بے دین جن کا اختلاف شرعاً کسی گنتی شمار میں نہیں، ضرور مخالف ہیں اور وہ خارق اجماعِ مسلمین، مفارق مومنین، مخالف دین و منکر شرع مبین، صراطِ مستقیم سے دور نشۂ ضلالت میں چور ہیں۔ کتابچہ غیر مقلد کا ملاحظہ ہوا۔ اس میں غیر مقلد نے دور از کار باتوں سے صفحات قرطاس کو سیاہ کیا ہے اور اس کے ملاحظہ سے ظاہر و آشکار ہے کہ مصنف نے کوئی دلیل صریح اس دعویٰ پر قائم نہ کی کہ جب تین طلاقیں یک بارگی دی جائیں تو ہمیشہ ہر زمانے میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہ حکم اس کے طور پر اٹل نا قابل تغیر و تبدل میں واجب عمل ہے، ہرگز کسی حدیث سے یہ نہیں نکلتا تو یہ صرف غیر مقلد کی ایجاد و اختراع ہے۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں معمول:

حدیث سے یہ ضرور ثابت ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام المِدْرَار، سیدنا

[1] یہ ایک فرقہ ہے جو داؤد ظاہری معتزلی کی طرف منسوب ہے۔ (ک، مصباحی)

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ کرامت مہد اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوائل دورِ خلافت میں عرف یہ تھا کہ تین طلاقیں یک بارگی بول کر ایک ہی طلاق مراد لیتے تھے اور دوسری تیسری بار لفظ طلاق بولنے سے جملۂ اولیٰ کی تاکید مراد ہوتی تھی، پھر جب تبدل زمانہ سے عرف بدلا اور لوگ قصداً و ارادۃً تین طلاقیں از راہ عجلت یک بارگی دینے لگے تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عرف حادث اور دستور جدید کا اعتبار فرمایا اور تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم دیا اور اس پر اسی عہدِ مبارک میں تمام اہلِ علم کا بلا نکیر منکر اتفاق ہوگیا، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ قرارداد مجمع صحابہ میں ہوئی اور کسی صحابی کا انکار منقول نہ ہوا، بلکہ تابعین عظام پھر ائمۂ اعلام کے زمانے میں بھی یہ حکم احکم مقرر رہا اور یہ ائمۂ اربعہ کا مذہب مہذب قرناً فقرناً متوارث چلا آرہا ہے۔ جس سے روشن کہ اس پر ہر زمانہ کے ائمۂ مجتہدین کا اجماع ہے اور یہی سوادِ اعظم ہے جس کی پیروی کا حدیث میں حکم فرمایا گیا ہے۔ (1)

تو اس کا خلاف، اجماعِ امت کو توڑنا اور صراطِ مستقیم سے منہ موڑنا اور جہنم کی راہ لینا اور گمراہی وضلالت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾ [النساء:۱۱۵]

یعنی جو سیدھی راہ روشن ہونے کے بعد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ضد باندھے اور عام

---

(1) عن عبد اللہ ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ، إتبعوا السواد الأعظم فإنہ من شَذَّ شُذَّ فی النار. (ک، مصباحی)

مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ص:۲۰، مجلس برکات۔

مسلمانوں سے ہٹ کر الگ راہ چلے، ہم اسی طرف اس کو پھیر دیں گے جدھر کو اس نے منہ کیا اور جہنم میں دھکیل دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

غیر مقلد نے کم فہمی بلکہ بد عقلی کی حد کر دی، اپنے مختصر کتابچہ میں نسائی کی یہ حدیث نقل کی: أخبرنا سليمان بن داؤد عن ابن وهب قال أخبرنا مخرمة عن أبيه قال: سمعت محمود بن لبيد، قال: أخبر رسول الله ﷺ عن رجلٍ طَلَّقَ امرأتَهُ ثلث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال: أيُلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم حتىٰ قام رجل و قال: يا رسول الله! ألا، أقتله۔ [1]

یعنی امام نسائی نے اپنی سند سے حدیث روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی عورت کو دفعۃً تینوں طلاقیں دے دی تھیں، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام جلال کے عالم میں کھڑے ہو گئے، پھر فرمایا کہ کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے حالاں کہ میں تمہارے بیچ میں موجود ہوں، تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟

غیر مقلد اس حدیث کو اپنے دعوے میں بطور سند و دلیل نقل کر لایا، حالاں کہ اس سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ہم اہلِ سنت کا مدعیٰ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اگر قصداً و ارادۃً تین طلاقیں دفعۃً دے تو تین ہی پڑیں گی اگر چہ ایسا کرنا شرعاً مذموم و گناہ ہے، اور اس حدیث میں یہ کہیں نہیں کہ ایک ہی طلاق واقع ہوئی اگر چہ قائل نے تین کا ارادہ کیا ہو۔

اولاً: اگر ایسا ہوتا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام غضب کیوں فرماتے اور کتاب اللہ سے کھیلنا کیوں قرار دیتے کہ ایک طلاق دینا منع نہیں۔

---

[1] سنن نسائی، ج:۳، ص:۱۴۳، ۱۴۲، الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ، داراحياء التراث، بيروت۔

ثانیاً: اب متعین ہوگیا کہ اس شخص نے قصداً تین ہی دی تھیں اور یک بارگی تین طلاقیں دینا گناہ ہے، اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے غضب فرمایا۔

ثالثاً: سرکار علیہ الصلوٰۃ و السلام کے غضب سے دلالت ظاہرہ [1] ہوئی کہ جو قصداً تین طلاقیں دے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

رابعاً: سرکار ابد قرار ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوائل دور فاروقی میں جو ایک طلاق شمار کی جاتی تھی، اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اسی صورت میں تھا جب کہ قائل نے دوسری اور تیسری طلاق سے پہلی کی تاکید مراد لی ہو، ورنہ بصورت ارادت تاسیس و قصد سہ طلاق زمن نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ و السلام تین طلاقوں کے وقوع کا حکم ہوتا تھا۔

خیانتِ غیر مقلدین:

پھر غیر مقلد کی خیانت ملاحظہ ہو: وہ یہ کہ اس نسائی میں اسی حدیث کے متصل امام نسائی نے "باب الرخصة فی ذلک" باندھ کر بوقت ضرورت تین طلاقیں دفعۃً دینے کی رخصت کے سلسلہ میں حدیث لکھی، جسے غیر مقلد نے اصلاً ذکر نہ کیا۔ وہ حدیث یہ ہے: **حدثنی ابن شهاب أن سهل بن سعد الساعدی أخبره أن عویمرًا العجلانی جاء إلی عاصم بن عدی، فقال: أرأیت یا عاصم لو أن رجلا وجد مع امراته رجلاً یقتله فیقتلونه ام کیف یفعل؟ سل لی یا عاصم رسول الله ﷺ عن ذلک: فسأل عاصم رسول الله ﷺ، فکره رسول الله ﷺ المسائل وعابها حتیٰ کبر علی عاصم ما سمع من رسول الله ﷺ فلما رجع عاصم إلی أهله جاءه عویمر فقال: یا عاصم ماذا قال لک رسول الله ﷺ؟**

---

[1] جس کی مراد نفس صیغہ ہی سے واضح ہو اسے دلالت ظاہر کہتے ہیں۔ (ک، مصباحی)

فقال عاصم لعویمر: لم تأتنی بخیر قد کرہ رسول اللہ ﷺ المسألة بسألت عنه فقال عویمر: واللہ لأنتھي أسأل عنھا رسول اللہ ﷺ فأقبل عویمر حتی أتی رسول اللہ ﷺ وسط الناس فقال یا رسول اللہ ﷺ أرأیت رجلا وجد مع امرأته رجلا أیقتله فیقتلونه أم کیف یفعل فقال رسول اللہ ﷺ: قد نزل فیک وفی صاحبتک فاذھب فأت بھا قال سھل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول اللہ ﷺ فلما فرغ عویمر قال کذبت علیھا یا رسول اللہ ﷺ إن أمسکتھا فطلقھا ثلثا قبل أن یأمرہ رسول اللہ ﷺ۔ (1)

خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بواسطہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر خود حضور اقدس ﷺ سے انھوں نے براہِ راست سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھے تو اسے قتل کردے، تو مسلمان اسے قتل کردیں گے آیا وہ کیا کرے؟ حضور ﷺ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سوال کو ناپسند کیا، انھوں نے حضرت عویمر کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناپسندیدگی کی خبر دے دی پھر جب حضرت عاصم نے صحابہ کے درمیان خدمتِ اقدس میں حاضر آکر سوال کیا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم الٰہی نازل ہوا ہے، تو جا کر اپنی بیوی کو لے آؤ۔ حضرت سہل فرماتے ہیں تو عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی نے باہم لعان (2) کیا اور میں صحابہ کے ساتھ

---

(1) سنن نسائی، ج:۳، ص: ۱۴۳، ۱۴۴، باب الرخصة فی ذلک، دار احیاء التراث، بیروت۔

(2) لعان کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت عاقلہ، بالغہ، آزاد، مسلمہ پاک دامن ہو اور اس صورت میں آدمی عورت پر تہمت زنا لگائے تو لعان کیا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کی بارگاہ میں شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ گواہی دے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس میں خدا کی قسم! میں سچا ہوں، پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت اگر اس امر میں یہ جھوٹی ہو۔ پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا کی قسم! اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے، اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ۔۔۔۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحے پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو جب عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارغ ہوئے بولے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے اپنی بیوی پر جھوٹ باندھا اگر میں اس کو رکھ لوں، تو انھوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ یک بارگی تین طلاقیں شرعاً تین ہی قرار پائیں گی جب کہ تاکید کی نیت نہ ہو بلکہ تجدید و استیناف کا قصد ہو اور یہ کہ حالت، مقتضیٰ ہو تو یک بارگی تین طلاق دینے کی رخصت بھی ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انکار نہ فرمایا۔ اس حدیث کے تحت حاشیہ سندی میں ہے: "فیه أن الثلاث تجوز دفعة إذا كانت الحالة تقضيه و تناسبه. واللہ تعالیٰ أعلم۔ ملتقطاً [1]"

پھر ارادتاً تاکید کی صورت میں ایک طلاق اور استیناف کے قصد کی صورت میں تین طلاق کا حکم اسی وقت ہے جب کہ تین طلاقیں متفرق جملوں میں دے، اور اگر ایک ہی جملہ میں تین طلاقیں دے دے، مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ تو یہ تفصیل جو گذری اس صورت میں ممکن نہیں بلکہ اب لامحالہ تین ہی پڑیں گی کہ تین ہی کلام کا مدلول و مفہوم متعین ہیں اور کلام میں اصلاً ایک کی گنجائش نہیں [2] تو قطعاً ثابت کہ صدر اول میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارداد سے قبل لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ متفرق جملوں میں تین طلاقیں دیتے تھے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ ۔۔۔ یہ کہے کہ اس پر اللہ عزوجل کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی۔
نوٹ: لعان کرتے وقت دونوں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کریں اور لفظ شہادت کا استعمال کریں ورنہ لعان نہ ہوا۔ (بہارِ شریعت، ج:۲، حصہ:۸، ص:۲۲۰، مکتبۃ المدینہ) ک۔ مصباحی

[1] سنن نسائی مع حاشیۃ السندی، ج:۲، ص:۱۴۴، تحت (كذبت عليها إن إمسكتها۔)

[2] ھدایہ اولین، کتاب الطلاق، باب الطلاق السنة، ص:۳۳۵، مجلس برکات۔

تبدیل ارادۂ عرف:

اسی لیے امام نسائی نے مذکورہ بالا حدیث کے بعد ایک باب یوں باندھا: ”باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة“۔ (۱) یعنی باب منکوحہ سے قربت کرنے سے پہلے تین طلاقیں متفرق دینے کے بیان میں، پھر اس کے تحت وہی حدیث ابو الصہبا نے نقل کی جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا ہے۔ امام نسائی نے اپنے اس طرز سے صاف بتادیا کہ پہلے یہ دستور تھا کہ تین طلاقیں متفرق جملوں میں ادا کرتے تھے اور چوں کہ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہوں گی اور یہ حدیث بظاہر اس مذہب کے خلاف ہے، لہٰذا انھوں نے باب میں اس کی تاویل کی طرف اشارہ فرمادیا کہ تین طلاقیں ایک طلاق اس وقت قرار پائے گی جب کہ عورت غیر مدخولہ ہو اور اسے شوہر تین طلاقیں متفرق طور پر دے، اس لیے کہ وہ ایک طلاق سے ہو کر نکاح سے نکل گئی اور اب دوسری تیسری کا محل نہ رہی۔ (۲)

یہ تاویل سائغ ومقبول ہے، جب تو اصلاً حدیث سے جمہور پر اشکال نہ رہا، ورنہ قطعاً اسی تفصیل پر محمول ہے جو ہم نے بارہا ذکر کی، اور اس میں اسی حدیث میں خود دلالت واضحہ موجود ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب لوگوں کا ارادۂ عرف بدل گیا یعنی وہ تین ہی مراد لیتے ہیں، لہٰذا تین واقع ہوں گی۔ اور وہ دلالت واضحہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ: ”إن الناس قد استعجلوا أمرًا كانت لهم فيه أناة“۔ (۳)

---

(۱) سنن نسائی، ج:۳، ص:۱۴۵، باب طلاق الثلاث المتفرقہ قبل الدخول بالزوجة، دار احیاء التراث، بیروت۔

(۲) فتاویٰ شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج:۴، ص:۴۷۶، ۴۷۷، المکتبة العلمية، بیروت۔

(۳) مسلم شریف، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث، حدیث: ۱۴۷۲۔

یعنی لوگوں نے ایسے کام میں عجلت شروع کر دی جس میں ان کو مہلت تھی۔

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ ہر جملہ سے نئی طلاق مراد لیتے تھے اسی لیے تو وہ جلد بازی کے مصداق ہوئے ورنہ ان پر "قد استعجلوا" کیوں کر صادق آتا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ و السلام المدرار کے حکم کو نہ بدلا بلکہ لوگوں کے عرف میں تبدیلی کی وجہ سے ان پر خود سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ و السلام المدرار ہی کا وہ فیصلہ نافذ ہوا جو خود سرکار علیہ الصلوٰۃ و السلام المدرار نے ان لوگوں کے حق میں فرمایا، جنھوں نے قصداً تین طلاقیں متفرق جملوں میں یک بارگی بہ نیت استیناف دیں اور وہ یہ کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ و السلام نے تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم صادر فرما دیا جیسا کہ گزرا، اور جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم اقدس حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نہ بدلا بلکہ حسب تقاضائے حال خود حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا دوسرا حکم نافذ فرمایا، تو عمر پر چوٹ کرنا اور انھیں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے حکم کا بدلنے والا ٹھہرانا، اور بے محل آیت: "مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ" [القصص:٦٨] وغیرہ پڑھنا غیر مقلد کی دریدہ دہنی و جرأت ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی اور اس عادت میں ابن تیمیہ کی تقلید ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی کھلم کھلا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا منہ کھولا اور انھیں خطاوار بتایا جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ علامہ ابن حجر ہیتمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔ [1] اسی سے غیر مقلدوں کو یہ میراث ملی ہے۔ "واللہ تعالیٰ ھو الھادی إلی سواء السبیل"۔

جمہور امت کا موقف:

بالجملہ غیر مقلد کا ہاتھ خالی ہے اور اس کی یہ دلیل بھی بفضلہ تعالیٰ جمہور امت کی دلیل

---

[1] الفتاویٰ الحدیثیة، مطلب علی أن أبا بکر إبن العربی من أصحاب الغزالی وفیما جری من إبن تیمیة، ص:١١٥ تا ١١٧، دار المعرفة، بیروت۔

ہے جس سے انھیں کا مدعیٰ روشن ہے، اور غیر مقلد اس سے تمسک ظاہری کے باوجود حق سے کوسوں دور

"وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾" [النور: ۴۰]

پھر ہمارا مدعیٰ بفضلہ تعالیٰ آیت کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

"وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ" [الطلاق: ۱]

یعنی جو اللہ کی حدوں سے گزرے تو اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں یک بارگی دینا معصیت و نافرمانی اور اپنے اوپر ظلم کرنا ہے اور یہ کہ اگر چہ یہ اقدام حرام ہے مگر تینوں طلاقیں یک بارگی دے گا تو واقع ہو جائیں گی، اس لیے کہ اگر ایک ہی طلاق پڑے تو نہ معصیت ہوگی اور نہ ہی مطلّق کو ندامت لاحق ہوگی۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: "واحتج الجمهور بقوله تعالىٰ: وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ [الطلاق: ۱] قالوا: معناه: أن المطلّق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة، فلو كانت الثلاث لا تقع لم يقع طلاقه هذا إلا رجعيا فلا يندم واحتجوا أيضا بحديث ركانة أنه طلق امرأته البتة فقال له النبي ﷺ: "الله ما أردت إلا واحدة؟" قال: الله ما أردت إلا واحدة؟ فهذا دليل على أنه لو أراد الثلاث لوقعن والا فلم يكن لتحليفه معنىً والله ما أردت إلا واحدة قال: والله ما أردت إلا واحدة"۔ (1)

نیز امام ممدوح شرح مسلم میں اس حدیث ابو الصہبا کے بابت فرماتے ہیں:

(1) شرح مسلم، ج: ۱۰، ص: ۵۶، باب طلاق الثلاث، دار المنار۔

”فالأصح أن معناه أنه كان فى أول الأمر إذا قال لها: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، ولم ينو تاكيدًا ولا استينافًا يحكم بوقوع طلقة واحدة لقلة إرادتهم استيناف بذالک فحمل على الغالب الذى هو إرادة التأكيد فلما كان فى زمن عمر رضى الله عنه وكثر استعمال الناس لهذه الصيغة وغلب منهم إرادة الاستناف بها حملت عند الإطلاق على الثلاث عملا بالغالب السابق إلى الفهم منها فى ذلک العصر“۔اھ۔❷

یعنی جمہور علما نے اللہ تعالیٰ کے قول:

”وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ“ [الطلاق: ۱]

یعنی جو اللہ کی حدوں سے گزرے تو اس نے آپ پر ظلم کیا تو نہیں جانتا شاید اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کرے سے دلیل لائے۔

جمہور نے کہا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے والے کو کبھی ندامت ہوگی تو اسے اپنے کیے کا تدارک نہ بن پڑے گا، اس لیے کہ تین طلاقوں سے بینونت اور جدائی ہو چکی تو اگر یک بارگی تین طلاقیں واقع نہ ہوں تو آدمی کی طرف سے ایسی طلاق ہمیشہ رجعی واقع ہوگی تو وہ نادم نہ ہوگا اور جمہور نے حدیث رکانہ سے بھی استدلال کیا۔ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام المدرار نے ان سے کہا: کیا تم نے ایک طلاق ہی کا ارادہ کیا؟ تو یہ استفسار اور قسم کھلانا اس پر دلیل ہے کہ اگر رکانہ قصداً تین طلاقیں دیتے تو تین واقع ہوتی، ورنہ انھیں قسم کھلانے کا کوئی معنیٰ نہیں۔

طلاقِ مسنون اور ماموربہ:

اور حدیث ابوالصہبا میں اصح قول یہ ہے کہ اگلے زمانے میں جب آدمی اپنی بیوی

---

❶ شرح مسلم، ج: ۱۰، ص: ۵۶، باب طلاق الثلاث، دار المنار۔

سے یوں کہتا تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق، تجھے طلاق، اور تاکید یا تحدید و استیناف کی نیت نہ ہوتی تو اس دور میں ایک طلاق واقع ہونے کا حکم ہوتا تھا، اس لیے کہ لوگ استیناف (ہر بار نئی طلاق) کا اس سے ارادہ کم کرتے تھے، تو یہ کلام عرف غالب کہ ارادۃً تاکید پر محمول ہوتا تھا، تو جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ یہ صیغہ بکثرت استعمال کرنے لگے اور استیناف کا قصد غالب ہوا تو بوقت اطلاق، تین طلاقیں اس صیغہ کا مفہوم قرار پائیں۔ اسی مفہوم پر عمل کرتے ہوئے جو ذہن کی طرف اس زمانے میں سبقت کرتا تھا۔

آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک دم دینا بدعت و معصیت ہے مگر اس کا معصیت ہونا اس کے واقع ہونے کے منافی نہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ تین طلاقیں یک بارگی اصلاً واقع نہ ہوں تو اس کا فہم خیال خام اور قرآن و حدیث کی صریح مخالفت ہے۔

امام ابوبکر جصاص رازی جن کا کلام غیر مقلد نے جا بجا استناد کے طور پر نقل کیا، انھوں نے اس خیال خام کو پہلے ہی رد کر دیا۔ اور آیتِ کریمہ: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" اور "فَاِنۡ طَلَّقَهَا" سے یک بارگی تین طلاقیں واقع ہونے پر استدلال فرمایا۔

چنانچہ وہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں: "فإن قيل: معنى هذه الآية محمول على ما بينه بقوله: (فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) وقد بين الشارع الطلاق للعدة، وهو أن يطلقها في ثلثة أطهار إن أراد إيقاع الثلاث، ومتى خالف ذلك لم يقع طلاقه قيل له: تستعمل الآيتين على ما تقتضيانه من أحكامهما، فنقول: إن المندوب إليه المأمور به هو الطلاق للعدة على ما بينه في هذه الآية و إن طلق لغير العدة و جمع الثلاث وقعن لما اقتضته الآية الأخرى، وهي قوله تعالىٰ (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ) و قوله تعالىٰ: (فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ) إذ

ليس فى قوله تعالىٰ (فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) نفى لما اقتضه الآية الأخرىٰ على أن فى فحوى الآية التى فيها ذكر الطلاق للعدة دلالة على وقوعها إذا طلق لغير العدة، وهو قوله تعالىٰ: (فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) إلى قوله تعالىٰ: (وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ) و يدل عليه قوله تعالىٰ فى نسق الخطاب (وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲) يعنى والله اعلم: أنه إذا أوقع الطلاق على ما امره الله كان له مخرجا مما أو قر إن لحقه ندم وهو الرجعة. وعلى هذا المعنى تأوله ابن عباس حين قال للسائل الذى سأله وقد طلق ثلاثا إن الله يقول: (وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲) وإنک لم تتق الله فلم أجد لک مخرجاً، عصبيت ربک و بانت منک امر أتک الخ۔ (1)

خلاصۂ مفہوم یہ ہے کہ معترض اگر یہ کہے کہ اس آیت "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ " کا معنیٰ اس پر محمول ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول "فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ " میں بیان فرمایا۔ یعنی عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو اور شارح نے عدت میں طلاق کا بیان یہ فرمایا کہ عورت کو تین طہر میں طلاقیں دے، جب کہ تین طلاقیں دینا چاہے اور جب وہ اس کا خلاف کرے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی، جواب یہ ہے کہ ہم ان احکام کے مطابق جن کی دونوں آیتیں مقتضیٰ ہیں، دونوں آیات پر عمل کرتے ہیں، تو ہمارا قول یہ ہے کہ طلاق مسنون و مامور بہ وہ طلاق ہے جو عدت میں دی جائے، جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمایا اور اگر پاکی میں طلاقیں متفرق طور پر نہ دی بلکہ اکٹھی تین دے دی تو دوسری آیت کے اقتضا کے سبب واقع ہو جائیں گی۔

---

(1) احکام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۴۶۸، تفسیر سورۃ البقرہ ذکر ایقاع الطلاق و الثلاث معاً دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

طلاقِ رجعی دو بار:

اور دوسری آیت یہ ہے: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ'' طلاقِ رجعی دو بار ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ'' یعنی اگر عورت کو تین طلاقیں دیدے تو اب عورت اس کو حلال نہیں الخ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ'' میں اس سے منافات نہیں، جس کی دوسری آیت مقتضیٰ ہے اور ترتیب کلام میں اللہ تعالیٰ کا قول: ''وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝۲'' [الطلاق: ۱] یعنی جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے راہِ خلاص نکال دے، اس پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ اعلم کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اگر طلاق دے گا تو اس کا ندامت لاحق ہونے پر رجعت سے تدارک ممکن ہوگا، اور اسی معنیٰ پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیت کو رکھا جب کہ انھوں نے اس سائل کے جواب میں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ ۔۔۔ الآیة'' اور اے شخص تو اللہ سے نہ ڈرا تو میں تیرے لیے خلاص کی راہ نہیں پاتا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ تیری عورت تیرے نکاح سے نکل گئی۔ پھر تقریرِ اعتراض بطرزِ دیگر فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور چند نظائر سے اشتہاد و استناد فرماتے ہیں:

فإن قيل: لما كان عاصيا فى إيقاع الطلاق الثلاث لم يقع إذ ليس هو الطلاق المامور به كما لو وكل رجل بأن يطلق امرأته ثلاثا فى ثلثة أطهار لم يقع إذا جمعهن فى طهر واحد۔ قيل له: أما كونه عاصيا فى الطلاق فغير مانع صحة و قوعه لما دللنا عليه فيما سلف و مع ذلک فإن الله جعل الظهار منكرًا من القول وزورا و حكم مع ذلک بصحة وقوعه، فكونه عاصيا

لایمنع لزوم حکمه والإنسان عاص اللہ فی ردته عن الإسلام ولم یمنع عصیانه من لزوم حکمه و فراق امرأته، وقد نهاه اللہ عن مراجعتها ضراراً بقوله تعالیٰ: (وَ لَا تُمۡسِکُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا ۚ) فلو راجعها وهو یرید ضرارها لثبت حکمها وصحت رجعته۔[1]

یعنی اگر کہا جائے کہ شوہر جب تین طلاقیں یک بارگی دے کر گنہ گار ہوا تو تین طلاقیں نہ پڑیں گی، اس لیے کہ یہ وہ طلاق نہیں جس کا حکم ہوا ہے۔اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ وہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں تین طہر میں دے دے، اس نے تین طلاقیں ایک ہی طہر میں دے دیں تو تین طلاقیں اس صورت میں واقع نہ ہوں گی، اس کے جواب میں معترض سے کہیں گے کہ رہی یہ بات کہ شوہر تین طلاقیں یک بارگی دے کر گنہ گار ہوا تو یہ تو اس سے مانع نہیں کہ طلاقوں کا وقوع صحیح نہ ہو، اور یہ اس میں دلیل ہے جو ہم نے بیان کی اور اس کے باوجود کہ شوہر گنہ گار ہے۔اللہ تعالیٰ نے ظہار کو (یعنی شوہر بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) خلاف شرع اور جھوٹ قرار دیا، اور اس کے باوجود ظہار کی صحت وقوع کا حکم فرمایا تو آدمی کا گنہ گار ہونا یہ نہیں کہ جو بات کہی اس کا حکم لازم نہ ہو اور انسان اسلام سے پھر کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے اور اس کی معصیت ارتداد کا حکم لازم ہونے اور بیوی کے نکاح سے باہر ہونے سے مانع نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اس سے منع کیا ہے کہ بیوی سے رجعت اسے نقصان پہنچانے کو کرے چنانچہ ارشاد ہے کہ عورتوں کو نقصان دینے کے قصد سے نہ روکو کہ حد سے گذر جاؤ۔اب اگر شوہر بیوی سے رجعت کرے اور اس کا قصد

---

[1] احکام القرآن لامام الجصاص رازی، ج:۱، ص:۳۶۹، تفسیر سورة البقرة، باب ایقاع الثلاث۔

نقصان دینا ہے تو رجعت کا حکم ضرورت ثابت ہوگا اور رجعت ضرور صحیح ہوگی۔

شوہر اور وکیل کا فرق:

پھر اسی احکام القرآن میں معترض کی پیش کردہ نظیر کا جواب شوہر اور وکیل کے درمیان فرق ظاہر فرماتے ہوئے ان لفظوں میں دیتے ہیں: ''و أما الفرق بينه و بين الوكيل، فهو أن الوكيل إنما يطلق لغيره و عنه يعبر، و ليس يطلق لنفسه و لا يملك ما يوقعه، ألا ترى أنه لا يتعلق به شئ من حقوق الطلاق و أحكامه؟ فلما لم يكن مالكا لما يوقعه و إنما يصح إيقاعه من جهة الأمر إذ كانت أحكامه تتعلق بالآمر دونهٔ لم يقع متى خالف الأمر، و أما الزوج فهو مالك الطلاق و به تتعلق أحكامه و ليس يوقع لغيره، فوجب أن يقع من حيث كان مالكا للثلاث، و ارتكاب النهى فى طلاقه غير مانع وقوعه كما وصفنا فى الظهار والرجعة والردة وسائر مايكون به عاصيا، الاترى أنه لو وطئ أم امرأته بشبهة حرمت عليه امرأته وهذا المعنى الذى ذكرنا من حكم الزوج فى ملكه للثلاث من الوجوه التى ذكرنا يدل على أنه إذا أوقعهن معا وقع، إذ هو موقع لما ملك۔ ❶

یعنی رہا فرق شوہر اور وکیل طلاق کے درمیان تو وہ یہ ہے کہ وکیل تو دوسرے کی طرف سے طلاق دیتا ہے، اور اسی دوسرے کی طرف سے طلاق کا جملہ بولتا ہے، وہ از خود طلاق نہیں دیتا اور جو طلاق واقع کرتا ہے وہ اس کا مالک نہیں، اور اس سے حقوق و احکام طلاق میں سے کچھ متعلق نہیں ہوتا، تو جب کہ وکیل اس طلاق کا مالک نہیں جسے

❶ احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۴۶۹

وہ واقع کرتا ہے اور اس کا واقع کرنا تو شوہر کے حکم کی جہت سے صحیح ہے، یوں کہ طلاق کے احکام شوہر سے متعلق ہیں جو اس کا حکم دینے والا ہے تو وکیل کی طلاق اس وقت واقع نہ ہوگی جب کہ وہ حکم کی خلاف ورزی کرے، رہا شوہر تو وہ طلاق کا مالک ہے اور طلاق کے احکام اسی سے متعلق ہیں، اور وہ طلاق اپنے سوا کسی اور کے لیے نہیں دے رہا، تو اس حیثیت سے کہ وہ تین طلاقوں کا مالک ہے ضرور تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور شوہر کا طلاق دینے میں مخالفت کا مرتکب ہونا وقوع طلاق مغلظہ کا مانع نہیں۔ جیسا کہ ہم ظہار ❶ اور رجعت ❷ اور ارتداد کی مثالوں اور ان تمام امور جن کے سبب آدمی گنہ گار ہوتا ہے بیان کر چکے ہیں، دیکھو تو اگر شوہر اپنی ساس سے شبہ کی وجہ سے وطی کرے، اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔

پھر اس مطلب پر سنت سنیہ علی صاحبہا التحیۃ سے دلیل قائم کرتے ہیں، چنانچہ رقم طراز ہیں: **ویدل علیه من جهة السنة حدیث ابن عمر الذی ذکرنا سنده حین قال: أرأیت لو طلقتها ثلاثا أکان لی أن أراجعها؟ فقال النبی ﷺ: "لا کانت تبین ویکون معصیة۔"** ❸

یعنی اس پر حدیث کی جہت سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کی سند ہم نے ذکر کی، جب انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ مجھے

---

❶ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (ک۔ مصباحی) (بہارِ شریعت، ج: ۲، حصہ: ۸، ص: ۲۰۵)

❷ جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو عدت کے اندر اسے اسی پہلے نکاح پر باقی رکھنا۔ (ک۔ مصباحی) (بہارِ شریعت، ج: ۲، حصہ: ۸، ص: ۱۷۰، مکتبہ العلیمۃ)

❸ احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۴۶۹۔

بتائیے کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا، تو کیا میں اس سے رجعت کر سکتا تھا، سرکار ﷺ نے فرمایا نہیں جب تو وہ تمہارے نکاح سے باہر ہو جاتی اور گناہ ہوتا۔ اسی کے متصل حدیث رکانہ جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا ہے، اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں اور آگے چل کر حدیث کے وہ الفاظ نقل فرماتے ہیں جو غیر مقلد نے سند امام احمد کے حوالے سے نقل کیے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

طلاق البتہ:

احکام القرآن میں علامہ اجل امام احمد ابو بکر جصاص رازی کے الفاظ یہ ہیں: و

حدثنا محمد بن بكر قال: حدثنا أبو داؤد قال: حدثنا سليمان بن داؤد قال: حدثنا جرير بن حازم عن الزبير بن سعيد، عن عبد الله بن علی بن يزيد بن ركانة عن أبيه، عن جده أنه طلق امرأته البتة، فأتى رسول الله ﷺ فقال: "ما اردت" بالبتة؟ قال: واحدة قال: الله؟ قال الله! قال: "هو على ما أردت" فلو لم تقع الثلاث إذا أرادها لما استحلفه بالله ما أراد إلّا واحدة وقد تقدم ذكر أقاويل السلف فيه، وأنه يقع وهو معصية فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاد إن كانتمعصه.

و ذكر بشر بن الوليد عن أبی يوسف أنه قال: كان الحجاج بن أرطاة خشنا و كان يقول: الطلاق الثلاث ليس بشئ و قال محمد بن اسحٰق: الطلاق الثلاث ترد إلى الواحدة، احتج بما رواه عن داؤد بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس قال: طلق ركانة بن عبد زيد امرأته ثلاثا فی مجلس واحدة فحزن عليها حزنا شديدا، فسأله رسول الله ﷺ كيف طلقتها؟ قال:

طلقتها ثلاثا قال: فی مجلس واحد؟ قال: نعم! قال: فإنما تلک واحدة، فارجعها إن شئت، قال: فرجعتها۔ و بما روی أبو عاصم عن ابن جریج عن ابن طاوس عن أبیه أن أبا الصهباء قال لابن عباس: ألم تعلم أن الثلاث کانت علی عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر و صدرا من خلافة عمر ترد إلی الواحدة؟ قال: نعم! و قد قیل ان هٰذین الخبرین منکران۔ ❶

یعنی ہم سے حدیث بیان کی محمد بن بکر نے انھوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی ابو داوٗد نے، انھوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی سلیمان بن داوٗد نے، انھوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی جریر بن حازم، وہ روایت کرتے ہیں زبیر بن سعید سے وہ راوی ہیں عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ (علی) سے، وہ راوی ہیں اپنے دادا رکانہ سے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ ❷ دے دی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام المدرار نے دریافت فرمایا کہ تمہاری مراد ''البتہ'' سے کیا تھی؟ انھوں نے عرض کی: میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بخدا انھوں نے عرض کی بخدا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاملہ اسی کے مطابق ہے جو تم نے مراد لیا۔ (یعنی اس صورت میں ایک طلاق ہوئی) تو اگر رکانہ کے تین طلاقوں کے قصد کی صورت میں اگر تین طلاقیں نہ پڑی ہوتیں تو حضور ﷺ رکانہ سے حلف نہ لیتے کہ انھوں نے ایک

---

❶ احکام القرآن للجصاص رازی، ج: ۱، ص: ۴۱۸، سورۃ البقرۃ، ذکر ایقاع الطلاق الثلاث معا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

❷ تعریف: جب طلاق کے ساتھ کوئی صفت ذکر کی جس سے شدت سمجھی جائے تو طلاقِ بائن ہوگی جیسے کہ کہا تجھے طلاقِ البتہ۔ (ک، مصباحی) (بہارِ شریعت، ج: ۲، حصہ: ۸، المکتبۃ المدینہ)

ہی مراد لی، اوراس باب میں سلف کے اقوال گزرے، اور یہ گزرا کہ تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ حالاں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے، تو کتاب وسنت اور اجماع سلف یک بارگی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے مقتضیٰ ہیں، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے۔

مجلسِ واحد کی تین طلاق:

اور بشر بن الولید نے ابو یوسف سے حکایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ تند خو تھا اور وہ کہتا تھا کہ تین طلاق کوئی چیز نہیں اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ تین طلاقیں یک بارگی ایک شمار ہوں گی اور انھوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی جو انھوں نے داؤد بن الحصین سے روایت کی، انھوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو انھیں اس پر بہت رنج ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو طلاق کس طرح دی؟ انھوں نے عرض کی کہ میں اسے تین طلاقیں دے دیں، سرکار ﷺ نے کہا ایک ہی مجلس میں؟ انھوں نے کہا جی! سرکار ﷺ نے فرمایا: پھر تو ایک ہی طلاق ہوئی تو اس سے رجعت کرلو، اگر تم چاہو۔ رکانہ کہتے ہیں تو میں نے اس سے رجعت کرلی، اوراس حدیث سے دلیل پکڑی جو ابو عاصم نے روایت کی ابن جریج سے، وہ راوی ہیں ابن طاؤس سے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ابو الصہبا نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ اور خلافتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں! اور بے شک لوگوں نے کہا ہے یہ دونوں خبریں منکر ہیں۔

ہر ناظر منصف کو دعوتِ فکر ونظر ہے! احکام القرآن امام ابو بکر جصاص رازی کی

عبارت جو ہم نے تفصیل سے لکھی، اسے دیکھیے اور ہمارے علمائے اعلام کی دیانت و امانت کا جلوہ اپنی آنکھوں سے دیکھیے، پہلی نظر میں ہر منصف جان جائے گا کہ اثبات مدعیٰ میں ہمارے ائمۂ کرام حق تحقیق ادا کرتے ہیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں ان امور کو جن سے دعویٰ پر زد پڑتی ہے نظر انداز نہیں کرتے، بلکہ انھیں بھی ذکر کرتے ہیں اور ان کا شافی جواب دیتے ہیں۔

دیکھیے امام جصاص رازی نے یک بارگی تین طلاق کے مسئلہ میں جمہور مسلمین کا موقف کتاب وسنت سے بہ تفصیل نام وتوضیح تمام ثابت فرمایا، پھر جب احادیث ذکر کرنے پر آئے تو ان احادیث کے ساتھ جو جمہور کا مستدل ہیں وہ حدیثیں بھی ذکر کر دیں، جنھیں مسلمانانِ اہلِ سنت کے مخالفین ذکر کرتے ہیں اور ان دونوں کا جواب بھی یوں دے دیا کہ: "قد قیل إن هذین الخبرین منکران۔" یعنی بے شک کہا گیا کہ یہ دونوں خبریں غیر معروف ومنکر (۱) ہیں۔

اور ان دونوں کا منکر ہونا خود حضور علیہ الصلوٰة والسلام سے مروی، دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے جن سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ اور یہ کہ خود اس عہد مبارک میں حضور علیہ الصلوٰة والسلام کے سامنے بعض صحابہ نے بیک دفعہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اور حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے انکار نہ فرمایا، جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر آئے اور غیر مقلد کی خیانت سے پردہ اٹھا آئے۔ مزید برآں ان دونوں کے حدیثوں کے ضعف ونکارت پر یہ بھی شاہد ہے کہ خود ابن عباس نے جن سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں اس کے خلاف فتویٰ دیا، جیسا

(۱) اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔ نزهة النظر، ص:۴۰۔ک۔مصباحی۔

کہ گزرا اور اس کے خلاف روایت کی، جیسا کہ حدیث رکانہ کے طریق اول سے جس میں "طلق امرأۃ البتۃ" وارد ہے، ظاہر ہے اور راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے کما صرح بہ۔

اسی لیے امام ابوبکر جصاص رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں خبروں کے منکر ہونے کا افادہ فرمانے کے بعد بطور دلیل فرماتے ہیں: "وقد روی سعید بن جبیر و مالک بن الحارث و محمد بن إیاس و النعمان بن أبی عیاش، کلھم عن ابن عباس فیمن طلق امرأتہ ثلاثا أنہ عصی ربہ و بانت منہ امرأتہ"۔ ❶

یعنی سعید بن جبیر مالک بن حارث محمد بن ایاس اور نعمان بن ابی عیاش ان سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے اس کے بارے میں فرمایا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتویٰ پر غیر مقلد کے الفاظ میں تبصرہ کر دیں:

"یہ حدیث اگر چہ لفظاً موقوف ہے اور صحابی کا قول ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیوں کہ اس میں اجتہاد کو مساغ یا دخل نہیں ہے، کیوں کہ ایسا قطعی فیصلہ نبوی فیصلہ پر موقوف ہوتا ہے الخ۔" ❷

ایک حدیث بحوالہ سنن ابو داؤد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کر کے غیر مقلد نے تحریر کیے ہیں۔ وہاں بھی غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور جھوٹ سے

---

❶ احکام القرآن للجصاص رازی، ج: ۱، ص: ۴۱۸، سورۃ البقرۃ، ذکر ایقاع الطلاق الثلاث معا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

❷ شرعی طلاق، ص: ۱۹

پیٹ بھرا ہے۔اس کی نقاب کشائی تو بعد میں ہوگی۔ یہاں ہمارے ائمہ کی دیانت کا جلوہ دیکھنے کے بعد غیر مقلد کی خیانت و دروغ گوئی کا مکروہ چہرہ دیکھئے۔

حدیث رکانہ جس میں وارد ہوا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، جس کو امام ابو بکر جصاص رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں ذکر کیا اور اس سے پہلے رکانہ ہی سے مروی وہ حدیث ذکر کی، جس میں وارد ہوا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تھی۔غیر مقلد نے وہی تین طلاقوں والی بحوالہ مسند امام احمد ذکر کی کہ اسے مفید مدعیٰ پایا، اور دوسری حدیث طلاق البتہ والی جسے خود ابو بکر جصاص رازی نے اس احکام القرآن میں جس سے یہ بارہا سندلایا ہے، اور ترمذی و ابوداؤد نے ذکر کیا ہے، صاف اڑا گیا کہ مضر مدعیٰ تھی، پھر منہ بھر کر یہ جھوٹ بھی بول دیا کہ: ”اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی صحیح کہتے ہیں“۔ (1)

اقول: مسند امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ حدیث ضرور ہے مگر افادۂ تصحیح کا نشان نہیں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اور روایت اس کے خلاف ہے، جو اس کے عدم صحت بلکہ نکارت کی دلیل ہے، بلکہ خود امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ اس پر نہیں بلکہ ان کا فتویٰ وہی ہے جو جمہور مسلمین کا ہے بلکہ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دیں تو یہ بھی سنت کے موافق ہے۔

جامع ترمذی میں ہے: ”قال بعضهم: إن طلقها ثلاثا و هی طاهر، فإنه يكون للسنة أيضا. وهو: قول الشافعي و أحمد بن حنبل و قال بعضهم: لا تكون ثلاثا للسنة إلا أن يطلقها واحدة واحدة“۔ (2)

(1) اعلام الموقعین ابن القیم، ج: ۴/ شرعی طلاق، ص: ۱۴

(2) جامع الترمذی، ص: ۳۴۱، تحت حدیث نمبر: ۱۱۷۲، باب ماجاء فی الطلاق السنة، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

امام نووی شارح صحیح مسلم شرح میں فرماتے ہیں:

''وقد اختلف العلماء فی من قال لامرأته: أنت طالق ثلاثًا فقال الشافعی و مالک وأبو حنیفة وأحمدو جماهیر العلماء من السلف والخلف: یقع الثلاث و قال طاؤس وبعض أهل الظاهر: لایقع بذالک إلا واحدة۔ الخ'' (۱)

پھر امام ترمذی نے وہ حدیث ذکر ہی نہ کی جس میں رکانہ کا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا مذکور ہے، بلکہ وہ حدیث رکانہ لائے ہیں جس میں طلاق البتہ کا ذکر ہے اور اسے ذکر فرمایا کہ: ''لانعرف إلامن هذا الوجه'' (۲) یعنی اس حدیث کو ہم اس سند کے سوا کسی اور سند سے جانتے ہی نہیں، تو یہ صاف اس امر پر دلالت ہوئی کہ یہ حدیث اس سند سے جو ترمذی وغیرہ نے ذکر کی معروف ہے، اور دوسری طریق سے منکر ہے، جیسا کہ ''احکام القرآن'' سے گزرا، پھر غیر مقلد کا یہ حدیث دوسری سند سے لانا جیسے ترمذی نے ''لا نعرفه'' ہم نہیں جانتے فرمایا اور یہ کہنا کہ امام ترمذی نے اسے صحیح بتایا، کتنا بڑا بہتان ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

ابھی غیر مقلد صاحب کی خیانتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ النورانی سے اپنی اس حدیث منکر کی تائید میں نقل کرتے ہیں کہ: ''وهذا الحدیث نص فی المسئلة لایقبل التاویل''۔ (۳)

یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل نص صریح ہے، کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔

---

(۱) شرح مسلم للنووی، ج: ۱۰، ص: ۵۶، باب طلاق الثلاث، مطبع دار المنار۔

(۲) جامع الترمذی، ص: ۳۴۲، تحت حدیث نمبر: ۱۱۷۷، باب ماجاء فی الرجل یطلق امرأته البتة۔

(۳) شرعی طلاق، ص: ۱۶

واقعۂ حضرت رکانہ:

اب ہم فتح الباری سے علامہ ابن حجر کا کلام اس حدیث کے بارے میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلد نے کیا چھپایا اور کیا آشکار کیا۔

علامۂ ممدوح فتح الباری میں فرماتے ہیں: ''**وهذا الحديث نص فى المسئلة لا يقبل التأويل الذى فى غيره من الروايات الآتى ذكرها وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء**''۔ (1)

یعنی یہ حدیث جسے محمد بن اسحاق نے روایت کیا اور اس سے استدلال کیا، اس مسئلہ میں نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جو اس کے سوا دوسری ان روایات میں ہے جن کا ذکر آرہا ہے، اور علما نے اس کے چار جواب دیے۔ دیکھئے غیر مقلد صاحب نے فتح الباری کی عبارت سے وہ فقرہ جو بالکل مذکورہ عبارت سے متصل و مرتبط تھا صاف اڑا دیا اور ابن حجر پر جڑ دی کہ انھوں نے کہا کہ کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے، پھر یہ تو سیاق کلام سے خود ظاہر ہے کہ ابن حجر نے یہ بات اپنی طرف سے نہ کہی، بلکہ محمد بن اسحاق کی حمایت میں جو کہا جا سکتا ہے اسے لکھ دیا اور آگے چل کر تو محمد بن اسحاق کی اس روایت ہی کو مرجوح بنا دیا اور رکانہ ہی سے مروی طلاق البتہ والی حدیث کو صاف راجح بتایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

الثالث: أن أباداود رجح أن ركانة إنما طلاق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة، وهو تعليل قوى لجواز أن يكون بعض رواته حمل البتة على الثلاث فقال: طلقها ثلاثا فبهذه النكتة يقف الاستدلال بحديث ابن عباس۔ (2)

---

(1) فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۲۹، باب من جوز الطلاق الثلاث، دار ابی حیان۔

(2) فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۰، ۲۹، باب من جوز الطلاق الثلاث۔

یعنی تیسرا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی جیسا کہ انھوں نے اہلِ بیت رکانہ کی سند سے خود یہ حدیث روایت کی اور حدیث میں یہ تعلیل قوی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض راویان حدیث نے البتہ کا معنیٰ تین طلاق سمجھا ہو تو اس نے یوں کہہ دیا ہو کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔ اور اس نکتہ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے استدلال موقوف ہو جاتا ہے (یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث جو محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں مرجوح ٹھہری تو لائق استدلال نہ رہی۔)

اور محمد بن اسحاق کی اس روایت میں جو یہ احتمال بتایا کہ بعض راویوں نے البتہ کو تین طلاق سمجھ کر تین طلاقوں کی روایت کر دی، بعینہ یہی احتمال محمد بن اسحاق کی مستند دوسری روایت میں جس میں وارد ہوا کہ تین طلاقیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اور شروع خلافت فاروقی میں ایک شمار ہوتی تھیں نقل کیا اور اسے مقرر مؤید فرمایا، حالاں کہ پہلے اسی فتح الباری میں محمد بن اسحاق کی تائید میں یہ روایت لائے اور یہ عبارت لکھی جو غیر مقلد صاحب نے اپنے کتابچہ میں تحریر کی اور غیر مقلد صاحب اس عبارت کو لکھنے سے پہلے یوں گویا ہوئے کہ پھر جو اس پر اعتراضات ہوئے ہیں۔

حافظ صاحب پھر ان کے جوابات دے کر فرماتے ہیں: ''ویقوی حدیث ابن اسحاق المذکور ما أخرجه مسلم الخ''۔ [1] یعنی صحیح مسلم والی حدیث یعنی پہلی حدیث اس روایت کو قوی بناتی ہے۔

[1] کتابچہ غیر مقلد مذکورہ، ص: ۱۵

لفظ البتہ کی تشریح:

اب آگے حافظ ابن حجر اس کے جواب میں کیا فرماتے ہیں، وہ غیر مقلد اڑا گئے، اسے ہم سے سنیے اور مخالف کی خیانت پر حیرت کیجئے، فرماتے ہیں:

الجواب الثامن: حمل قوله: ثلاثا على أن المراد بها البتة كما تقدم فی حديث ركانة سواء وهو من رواية ابن عباس أيضًا وهو قوی ويؤيده إدخال البخاری فی هذا الباب الآثار التی فيها البتة والأحاديث التی فيها التصريح بالثلاث كأنه يشير إلى عدم الفرق بينهما و أن البتة إذا أطلقت حمل على الثلاث إلا إن أراد المطلق واحدة فيقبل، فكأن بعض رواته حمل لفظ البتة على الثلاث لاشتهار التسوية بينهما فرواها بلفظ الثلاث وإنما المراد البتة، و كانوا فی العصر الأول يقبلون ممن قال أردت بالبتة الواحدة فلما كان عهد عمرًا امضى الثلاث فی ظاهر الحكم۔ ❶

یعنی آٹھواں جواب یہ ہے کہ تین طلاق کی روایت کو اس پر محمول کریں کہ اس سے مراد طلاق البتہ ہے، جیسا کہ حدیث رکانہ میں یہی بات پہلے کہی گئی اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی ہے اور یہ جواب قوی ہے اور اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ بخاری نے اس باب میں ان آثار کو داخل کیا ہے جن میں طلاق البتہ کا ذکر ہے اور وہ احادیث بھی درج کیں جن میں تین طلاقوں کی تصریح ہے، گویا کہ امام بخاری یہ اشارہ کر رہے ہیں کہ لفظ البتہ اور تین طلاق میں فرق نہیں، اور یہ کہ لفظ البتہ جب مطلق بولا جائے تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں، مگر جب کہ شوہر ایک طلاق مراد لے تو اس

---

❶ فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۶۲، باب من جوز الطلاق الثلاث

کی بات مقبول ہوگی، تو شاید بعض راویوں نے لفظ البتہ کو تین طلاق پر محمول جان کر ان دونوں لفظوں میں مساوات کی شہرت کے سبب حدیث میں بلفظ" ثلاث" یعنی تین طلاق کی روایت کردی، حالاں کہ مراد تو یہ ہے کہ لوگ طلاق البتہ دیتے تھے، اور پہلے زمانے میں جو یہ کہتا تھا کہ میری مراد البتہ سے ایک طلاق ہے اس کی بات مان لیتے تھے، تو جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو انھوں نے تینوں طلاقوں کا حکم ظاہر کا اعتبار فرماتے ہوئے نافذ فرمادیا۔ یہاں جو تاویل علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی، یاد کیجیے یہی تاویل حدیث رکانہ میں ابوداؤد کے حوالہ سے وہ پہلے کر چکے اور اسے مقرر رکھ آئے۔

اس تاویل کا حاصل یہ ہے کہ بعض راویوں نے روایت بالمعنیٰ کی اس لیے لفظ البتہ کے بجائے تین طلاقوں کی روایت کردی، تو حاصل یہ ہوا کہ حدیث رکانہ کی طرح اس دوسری حدیث میں بھی بعض رواۃ نے تصرف کیا، جس سے دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت، روایت حدیث میں ہوئی اور راوی جب ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے تو حدیث صحیح نہیں بلکہ شاذ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے باوجود یہ کہ محمد بن اسحاق کی تقویت میں مسلم کی یہ حدیث ذکر کی، لیکن پھر اپنے کلام کو مقرر نہ رکھا بلکہ اس حدیث کے شذوذ کا دعویٰ بیہقی سے نقل کیا اور اسے مقرر رکھا۔

چنانچہ اسی فتح الباری میں علامہ ممدوح رقم طراز ہیں:

روایتِ طاؤس:

الجواب الثانی: دعوی شذوذ روایة طاؤس، وھی طریقة البیھقی، فإنه ساق الروایات عن ابن عباس بلزوم الثلاث ثم نقل عن ابن المنذر أنه لایظن بابن عباس أنه یحفظ عن النبی ﷺ ویفتی بخلافه فیتعین المصیر إلی

الترجيح، والأخذ بقول الأكثر أولىٰ من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم.

وقال ابن العربی هذا حديث مختلف فی صحته فكيف يقدم على الاجماع۔

یعنی دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ طاؤس کی یہ روایت (جس میں وارد ہوا کہ اگلے زمانے میں تین طلاقیں ایک طلاق قرار پاتی تھیں) شاذ ہے، اور یہ امام بیہقی کا طریقہ ہے، اس لیے کہ بیہقی نے پہلے وہ روایتیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درج کیں جن میں تین طلاقوں کے لازم ہونے کی تصریح ہے، پھر ابن منذر سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ نبی ﷺ سے ایک بات یاد رکھیں، اور خود اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو ترجیح آخر کار متعین ہے، اور قول اکثر پر عمل کرنا ایک شخص کے قول پر عمل سے اولیٰ ہے جب کہ ایک کا قول اکثر کے خلاف ہو۔ اور ابن عربی نے کہا کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کی صحت میں اختلاف ہے تو اجماع پر کیوں کر مقدم ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

① یہ کہ روایت طاؤس جس سے محمد بن اسحاق نے استدلال کیا شاذ ہے اسی کو "احکام القرآن" میں منکر سے تعبیر کیا جیسا کہ گزرا۔

② یہ روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت کے معارض ہے، جن میں تین طلاقوں کے لزوم کی تصریح ہے اور قریب یہی مضمون حدیث رکانہ کے جواب میں بھی پہلے تحریر فرما چکے۔

③ اس حدیث کے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہونے میں یوں اندیشہ وشک ظاہر فرما دیا کہ یہ خیال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نہیں ہوسکتا

کہ حضور ﷺ سے کوئی حدیث حفظ کریں اور اس کے برخلاف فتویٰ دیں، حالاں کہ اس کے خلاف انھوں نے فتویٰ دیا ہے، تو اس روایت کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہونا ہی محل شبہہ میں ہے، اور اس جواب کا حاصل وہی ہے جو حدیث رکانہ کے جواب میں فرمایا کہ علماء نے اس کا معارضہ فتوے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے اور اس جگہ ابن عربی کے اس اسلوب معارضہ کو مقرر رکھنا اس کی دلیل ہے کہ یہ ان کے نزدیک معتمد و مستند ہے اور وہاں جو یہ فرمایا تھا کہ: "واجب بأن الإعتبار بروایۃ الروای لا برایہ لما تَطَرَّق رأیہ من احتمال النسیان وغیر ذلک"

یعنی اس معارضہ کا جواب دیا گیا کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا اس لیے کہ اس کی رائے میں نسیان وغیرہ کا اندیشہ ہے، اس کے متعلق ان کے کلام متاخر سے بات صاف ہوگئی کہ وہ ان کا کلام نہیں، نہ ان کا مرضی و پسندیدہ ہے۔ اور یہاں سے اس کا جواب صاف ہوگیا کہ اس کے، روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونے میں شبہہ ہے۔

④ اگر مان لیں کہ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے تو یہ دوسری روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارض ہے اور عند المعارض جب تطبیق و توفیق نہ بن پڑے تو ترجیح دیں گے [1] اور ترجیح قول جمہور کو ہے کہ تین طلاق کے لزوم کے قائل ہیں کہ ایک کے مقابل جمہور کے مذہب پر عمل آکد، الزم ہے۔

⑤ اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے تو یہ اجماع پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

⑥ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یک بارگی تین طلاقیں واقع ہو جانے پر امت کا

---

[1] نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص: ۴۸، ۴۷، مجلس برکات

اجماع ہے۔ اور مخالف کے خلاف کا اعتبار نہیں۔ اسی لیے تو باوجود حکایتِ اختلاف کے، پھر بھی اجماع کی تشریح فرمائی اور خلاف متفرد کو اصلاً اجماع میں مخل نہ جانا، بلکہ اسے شذوذ سے کہ سوادِ اعظم سے انفراد اور مخالفت اجماع کا نام ہے تعبیر فرمایا اور شیعہ وغیرہم کا قول بتایا۔

اسی فتح الباری میں ہے: ''وهو قول للشيعة و بعض أهل الظاهر وطرد بعضهم ذلک فی کل طلاق منهی عنه کطلاق الحائض وهو شذوذ و ذهب کثیر منهم إلی وقوعه مع منع جوازه'' ۔الخ[1]

یعنی تین طلاقوں کے عدم وقوع کا قول شیعہ اور بعض اہلِ ظاہر کا ہے۔ اور یہ قول، مخالف اجماع ہے۔ اور بہت علما کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع جاتی ہیں مگر ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔

نکاح متعہ کا حکم:

اور اس سے زیادہ صاف وسپید اس بحث کے تتمہ پر اسی فتح الباری میں فرمایا: ''وفی الجملة فالذی وقع فی هذه المسئلة نظیر ما وقع فی مسئلة المتعة سواءً أعنی قول جابر إنها کانت تفعل فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأبی بکر و صدر من خلافة عمر، قال: ثم نهانا عمر عنها فانتهینا، فالراجح فی الموضعین تحریم المتعة وإیقاع الثلاث للإجماع الذی انعقد فی عهد عمر علی ذلک، ولا یحفظ أن أحدا فی عهد عمر خالفه فی واحدة منهما، وقد دل إجماعهم علی وجود ناسخ وإن کان خفی عن بعضهم قبل ذلک حتی ظهر لجمیعهم فی عهد عمر، فالمخالف بعد هذا الإجماع منابذلة والجمهور

[1] فتح الباری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، ج: ۱۲، ص: ۲۸، دار أبی حیان

علی عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق۔ واللہ تعالیٰ أعلم“۔ ❶

یعنی مختصر یہ کہ اس مسئلہ میں جو واقع ہوا وہ مسئلہ متعہ ❷ میں واقع ہونے والے اختلاف کی نظیر ہے، میری مراد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ نکاح متعہ حضور ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شروع خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رائج تھا، پھر ہمیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمادیا تو ہم باز رہے، تو راجح دونوں مسئلوں میں متعہ کی حرمت اور تین طلاقوں کا وقوع ہے، اس لیے کہ عہد فاروقی میں اس پر اجماع ہو گیا ہے اور عہدِ فاروقی میں سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی کا اختلاف ان دونوں مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں محفوظ نہیں، تو ان کا اجماع وجود ناسخ پر دلالت کرتا ہے (میں کہتا ہوں: یہ اس تقدیر پر ہے جب کہ خبر ثابت ہو غیر مؤول ہو اور بصورت شذوذ و نکارت خبر کا ثبوت محل نظر اور تاویلات حدیث مندرجہ فتح الباری کے پیش نظر حدیث محتمل تو اس مخالف کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا) اگر قبل عہد فاروقی بعض پر ناسخ ❸ ظاہر نہ ہو، پھر عہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سب کو ناسخ کی اطلاع ہو گئی تو اس اجماع ❹ کے بعد جو مخالف ہے وہ اجماع کو ٹھکرانے والا ہے اور جمہور (اہلِ سنت) اس پر ہیں کہ اس کا اعتبار نہیں، جو اجماع کے بعد اختلاف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں سے خود ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان عبارتوں کا جواب ہو گیا۔ جنھیں غیر مقلد

❶ فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۳، باب من جوز الطلاق الثلاث۔

❷ آدمی کسی عورت سے کہے کہ میں تجھ سے اتنے روپیہ میں اتنی مدت تک فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں، ک. مصباحی (التعریفات الفقهیة للبرکتی، حرف النون، ص: ۲۳۳، دار الکتب العلمیة، بیروت)

❸ اگر دو متعارض حدیث ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث موخر ہے اور فلاں حدیث مقدم تو مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہتے ہیں۔ (نزهة النظر، ص: ۴۶۔)

❹ امت محمدیہ ﷺ کے تمام صالح مجتہدین کا کسی ایک زمانے میں کسی مسئلہ قولیہ یا فعلیہ پر اتفاق عند الشرع اجماع کہلاتا ہے (ک. مصباحی) (التعریفات للجرجانی، دار الکتب العربی، بیروت)

صاحب اپنے کتابچہ میں نقل کرلائے اوران کے بل پر خود تو اجماع کے منکر تھے ہی، علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ منکر اجماع بنالیا۔

چنانچہ غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں: ’’بس جو امیر المومنین کے زمانے میں تین نافذ کرنے کا فیصلہ ہوا، اگرچہ وہ سیاسی تھا، شرعی نہ تھا۔ کما تقدم جیسا کہ پہلے بیان ہوا تاہم اس وقت بھی صحابہ کا اجماع نہ تھا، اور چوں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت تھی، اس کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس کے قائل ہیں۔

فتح الباری، ج:۹،ص: ۳۶۳، میں ہے: ’’نقل عن علی و ابن مسعود، عبد الرحمٰن بن عوف و زبیر مثلہ‘‘ یعنی ان چار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے، پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے۔ ص: ۲۰، پھر ص: ۲۲، پر کہا اور فتح الباری میں ہے: ’’و نقل العتوی عن جماعة من مشایخ قرطبه محمد بن تقی بن مخلد و محمد بن عبد السلام الخشنی و غیرهما و نقله ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس کعطاء و طاؤس و عمرو بن دینار‘‘۔

علامہ عتوی نے یہی فیصلہ قرطبہ کے مشہور علما محمد بن تقی بن مخلد اور محمد بن عبد السلام خشنی وغیر ہما سے بھی نقل کیا ہے اور تابعین میں سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد عطا بن ابی رباح، طاؤس اور عمرو بن دینار سے بھی نقل کیا ہے، پس یہ دعویٰ کہ بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کرنے پر اجماع ہے غلط ثابت ہوا، بلکہ مسئلہ اختلافیہ رہا۔

عہدِ صحابہ میں اجماع:

غیر مقلد کی منقولہ فتح الباری کی ان عبارتوں کو علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان دوسری عبارتوں کے ساتھ پڑھیے جو ہم نے پہلے فتح الباری سے نقل کیں، تو کھل جائے گا

کہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف بتا رہے ہیں کہ تین طلاقوں کے مسئلہ پر زمن فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صحابہ کا اجماع ہو چکا، تو فتح الباری میں اس سے پہلے جو چند صحابہ کا اختلاف نقل کیا، اسی فتح الباری سے ثابت ہوا کہ وہ نقل ثابت نہیں۔ اور ثابت ومقرر وہ ہے جسے فتح الباری میں سب سے پہلے اور سب کے بعد علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا، یعنی اس مسئلہ پر تمام صحابہ اور جمہور کا اجماع ہے اور مخالف کا اعتبار نہیں، لہٰذا ایک بارگی تین طلاقیں واقع ہوں گی اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے اور علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکایت اختلاف کرنا ان کی غایت امانت کی دلیل ہے اور غیر مقلد کا اسے چھپانا نہایت خیانت پر مبنی ہے۔ اور یہ غیر مقلد اور اس کے پیش رو ابن قیم کا بہتان ہے کہ زمن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں اور یہ کہ اس پر اجماع ہے۔ اس بہتان کے ذریعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حکم احکم کو غیر شرعی اور انھیں خارق اجماع اور حکمِ شرع کو بدلنے والا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اور یہ غیر مقلدوں کی دریدہ دہنی ہے جس میں ان کے پیش رو اور مورثِ اعلیٰ ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں ابن تیمیہ سے نقل کیا کہ: "وہ کہتا ہے کہ عمر سے غلطیاں ہوئیں۔ اور کیسی غلطیاں ہوئیں" اور پورے کتابچہ میں غیر مقلد صاحب نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کا لہجہ روا رکھا ہے، جیسا کہ اس کے مطالعے سے ظاہر و باہر ہے۔

غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں: "پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے، بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا، جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا اور

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہی فیصلہ تھا۔اور تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے،اس سے پہلے ایک ہونے پر اتفاق تھا"۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:"واما اقول: الصحابة فیکفی کون ذلک علی عهد الصدیق و معه جمیع الصحابة لم یختلف علیه منهم أحد و لا حکی فی زمانه القولان حتی قال بعض أهل العلم إن ذلک اجماع قدیم و إنما حدث الاختلاف فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و استمر الخلاف فی المسألة إلی وقتنا هذا کما سنذکره اغاثة اللهفان"۔

ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں،اس کے متعلق صحابہ سے ثبوت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نافذ تھا اور سارے صحابہ ان کے ساتھ تھے،کسی نے اختلاف نہیں کیا،نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے،حتیٰ کہ بعض علما کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے،اختلاف بعد میں پیدا ہوا۔یعنی خلیفۂ ثانی کے زمانے میں اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے،جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔

استدلال:

اقول و باللہ التوفیق: غیر مقلد صاحب اور ان کے پیش رو ابن قیم کا دعویٰ سراسر غلط ہے۔

اولاً: وہ حدیث جس پر اجماع قدیم کا دعویٰ ہے،بارہا گزرا کہ شاذ و منکر ہے۔

ثانیاً: وہ حدیث تاویلاتِ عدیدہ کی محتمل ہے اور بعض تاویلات ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں،از اں جملہ یہ تاویل،شروع ہی میں امام نووی سے ذکر کی تھی کہ پہلے لوگ

تاکید مراد لیتے تھے، پھر عرف بدل گیا اور لوگ استیناف وتجدید طلاق کی نیت کرنے لگے، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرف شائع اور غالب عادت کا لحاظ فرما کر تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا حکم دیا اور خود حدیث میں بھی اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے، بلکہ خود غیر مقلد صاحب نے اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ کتابچۂ مذکورہ میں غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں: "لوگوں نے اس سیاسی مصلحت کا ناجائز فائدہ لینا شروع کیا اور طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے، تو امیر المومنین نے تین کو نافذ کر دیا اور خود علت بیان کرتے ہیں کہ "إن الناس قد استعجلوا فی الامر الخ" چوں کہ لوگ ایسے کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کو شریعت کی جانب سے کافی مہلت دی گئی تھی۔ الخ۔

ثالثاً: یہ کہنا کہ تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم شرع کو بدلا اور اجماع قدیم کو توڑا اور یہ بہتان عظیم ہے، جس کی تکذیب خود حدیث سابق جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا، بلکہ خود اس کے اقرار گذشتہ سے ظاہر ہے، مگر اپنے باطل دعویٰ کو نبھانے کی ہوس نے ایسا بے ہوش کر دیا ہے کہ تبدل عادت اور تبدل حکم میں تمیز کھو بیٹھے اور اپنی مستند فتح الباری میں نظر نہ آیا، یا قصداً یہ عبارت چھپائی، جس میں صاف تصریح ہے کہ یہ حدیث ایک خاص صورت میں وارد ہوئی، وہ یہ کہ جملہ "طلاق" کی تکرار کی جائے تو پہلے زمانے میں لوگوں سے ارادۂ تاکید کو ان کے صدق پر نظر رکھتے ہوئے قبول کر لیتے تھے، اور ایک طلاق کا حکم دیتے تھے، پھر جب لوگ دھوکہ دینے لگے اور کثرت سے تین طلاق کے جملے بولنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی عادت کے لحاظ سے تینوں نافذ فرما دیں۔ یہ ایک وجہ ہوئی جو ہم نے فتح الباری سے بیان کی، پھر اسی حدیث سے ثابت

ہے کہ پہلے لوگ تین طلاقوں کا تلفظ نادراً کرتے تھے اور لوگوں کی اس وقت عادت یہ تھی کہ ایک طلاق کا تلفظ کرتے تھے، یا "البتہ" کا تلفظ کرتے تھے، اسی لیے اسی فتح الباری میں اس حدیث کی ایک تاویل یہ بیان کی کہ پہلے لوگ ایک ہی طلاق دیتے تھے، لوگوں کی اس وقت اکثر اوقات میں یہی عادت تھی، اور وہ نادراً تین طلاقیں یک بارگی دیتے تھے، یا اصلاً تین طلاقوں کا تلفظ ایک دفعہ میں نہیں کرتے تھے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اب تین طلاقیں دیتے ہو اور زمن رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لوگ ایک طلاق دیتے تھے۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اس معاملہ میں وہی حکم دیا جو پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں دیا جاتا تھا۔ یعنی اگر کوئی یک بارگی تین طلاقیں دیتا یا "البتہ" سے تین طلاقیں مراد لیتا، تین ہی واقع ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حدیث رکانہ وغیرہ سے ظاہر ہے اور یہ تاویل ابو ذرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس طور پر بھی خبر مذکور میں لوگوں کی عادت کے بدلنے کی خبر ہے نہ کہ تغیر حکم کی اطلاع۔

عہدِ فاروقی کا حکم:

یہ دوسری تاویل بھی فتح الباری میں افادہ فرمائی۔ عبارت یہ ہے:

الجواب الخامس: دعوی أنه وارد فی صورة خاصة، فقال ابن سریج وغیره: یشبه أن یکون ورد فی تکریر اللفظ کأن یقول: أنت طالق أنت طالق انت طالق و کانوا أولاً علی سلامة صدورهم یقبل منهم أنهم أرادوا التأکید فلما کثر الناس فی زمن عمرو کثر فیهم الخداع و نحوه مما یمنع قبول من ادعیٰ التأکید حمل عمر اللفظ علی ظاهر التکرار فأمضاه علیهم، وهذا

الجواب ارتضاه القرطبی وقواه بقول عمر: إن الناس استعجلوا فی أمر کانت لهم فیه أناة، و کذا قال النووی: إن هذا أصح الأجوبة۔

الجواب السادس: تأویل قوله "واحدة" وهو أن معنی قوله: "کان الثلاث واحدة" إن الناس فی زمن النبی ﷺ کانوا یطلقون واحدة فلما کان زمن عمر کانوا یطلقون ثلاثا، و محصله أن المعنی أن الطلاق الموقع فی عهد عمر ثلاثا کان یوقع قبل ذلک واحدة، لأنهم کانوا لا یستعملون الثلاث اصلاً أو کانوا یستعملونها نادرًا و أما فی عصر عمر فکثر استعمالهم لها، و معنی قوله فأمضاه علیهم و أجازه و غیر ذلک أنه صنع فیه من الحکم بإیقاع الثلاث ما کان یصنع قبله، و رجح هذا التأویل ابن العربی و نسبه إلی أبی زرعة الرازی، و کذا أورده البیهقی باسناد صحیح إلی أبی زرعة أنه قال: معنیٰ هذا الحدیث عندی أن ما تطلقون انتم ثلاثا کانوا یطلقون واحدة، قال النووی: و علیٰ هذا فیکون الخبر وقع عن اختلاف عادة الناس خاصة لا عن تغیر الحکم فی الواحدة فالله أعلم۔ (1)

فی الجملہ ان ارشادات سے اور خود غیر مقلد کے اقرار سے یہ ثابت ہے کہ عہدِ فاروقی میں کوئی نیا حکم نہ ہوا، بلکہ وہی حکم جاری ہوا جو پہلے جاری تھا، ہاں لوگوں کی عادت ضرور بدل گئی یعنی تین طلاقیں کثرت سے لوگ دینے لگے جب کہ پہلے ایسا کبھی کبھی ہوتا تھا۔

رابعاً: جب یہ ثابت ہی نہیں کہ عہدِ فاروقی سے پہلے تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں، بلکہ قطعاً حدیث رکانہ وغیرہ سے یہی ثابت ہے کہ عہدِ رسالت وصدیق میں بھی تین

(1) فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۲، ۳۱، باب من جوز الطلاق الثلاث، دار ابی حیان

طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی حکم سابق کو نہ بدلا بلکہ وہی جو پہلے کیا جاتا تھا، تو تین طلاقوں کے ایک ہونے پر زمانہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے اجماع کیسے ہوگیا، تو تین طلاق کے ایک طلاق ہونے پر اجماع کا دعویٰ ہی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اور اس اجماع کی حکایت ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں یعنی جس سے غیر مقلد نے استناد کیا، جسے احکام القرآن و فتح الباری وغیرہ سے ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ اقدس میں تین طلاقوں کے لازم ہونے پر اجماع پہلے ہی نقل کیا۔ اور غیر مقلد صاحب نے ان عبارتوں کا اصلاً پتہ نہ دیا اور اس طرح اپنی خیانت کا ایک اور ثبوت دیا کہ وہ لاکھ چھپائیں پھر بھی ان کی خیانت چھپنے کی نہیں کہ:

ع تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

آخر کیا وجہ ہے کہ غیر مقلد صاحب نے جن کتابوں کے نام لیے ان میں سے کسی کتاب میں اس کا کوئی پتہ نہیں کہ پہلے تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے پر اجماع تھا۔ غیر مقلد صاحب کو لے دے کے اپنے ہم نوا ابن قیم غیر مقلد کی کتاب "إغاثة اللهفان" ملی، اس میں بھی ان کے ہم نوا نے غیر مقلد کی طرح جرأت سے کام لے کر یہ زوردار دعویٰ کیا بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا اور اسی طرح یہ اجتماعی فیصلہ تھا۔ کتابچہ غیر مقلد نے کیا بلکہ یوں کمزور الفاظ میں ان کا ہم نوا گویا ہوا کہ "حتیٰ قال بعضهم أن ذلک إجماع قديم" اس عبارت کا ترجمہ غیر مقلد صاحب نے خود یوں کیا کہ حتیٰ کہ بعض علما کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے۔

ابن قیم کی مجہول روایت:

ابن قیم کے اس طرز حکایت سے ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ بعض کا ہے اکثر کا نہیں، پھر

یہ حکایت ابن قیم نے بعض مجہول سے کی جن کی عدالت معلوم نہیں تو یہ روایت بعض ہی ہے، صحیح، سرے سے ثابت ہی نہیں، بلکہ قطعاً نامعتبر، پھر اس کے بل پر ابن قیم کا یہ دعویٰ کر دینا کہ: ''یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نافذ تھا اور صحابہ ان کے ساتھ تھے، کسی نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے حتیٰ کہ بعض علما کا...الخ''

ترجمہ غیر مقلد از کتابچہ مذکور کیوں کر قابل سماعت ہے، اس کے عدم اعتبار پر خود اس کے کلام میں یہ شہادت کافی ہے کہ یہ حکایتِ اجماع بعض مجہول سے منقول ہے، تو آپ ہی نامقبول ہے اس کے علاوہ اس ادعا میں ابن قیم کے کذاب و مفتری ہونے پر خود اس کے کلام میں یہ چمکتی دلیل ہے کہ منھ بھر کے اس نے یہ تو کہہ دیا کہ اختلاف بعد میں پیدا ہوا خلیفۂ ثانی کے زمانے میں اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، لیکن آگے جب اختلاف بتایا تو کس کا؟ ان کا اختلاف بتایا جن کا اختلاف کسی گنتی شمار میں نہیں اور جو حضرت عمر کے بہت بعد ہوئے۔

ائمۂ کرام کا اجماع:

چنانچہ غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں: کہ پھر آگے حافظ موصوف اختلاف کی نوعیت یوں بیان کرتے ہیں کہ امام داؤد اور ان کے ساتھیوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس طرح کی تین ایک ہی طلاق ہے۔ (ص:۲۱)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف وہ ہیں جو ان کے معاصر نہیں، بلکہ ان سے بہت متأخر ہیں، اور اگر کوئی ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم عصر ان کا مخالف اس مسئلہ میں ہوتا تو ابن قیم ضرور اس کا

ذکر کرتا، مگر ابن قیم اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی ہم عصر کا نام نہ لے سکا، جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں مخالف ہو تو تین طلاق کے ایک ہونے پر عہدِ فاروقی سے پہلے اجماع کا بلند بانگ دعویٰ، اور عہدِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلاف پیدا ہونے کی بات سراسر جھوٹ ہے، جو غیر مقلدان زمانہ، پرانے غیر مقلد کی پیروی میں بول رہے ہیں، البتہ یہ سچ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بہت کچھ لوگوں نے اجماع سابق اور اتفاق قدیم کو توڑا اور انھوں نے اختلاف کیا جس کو جمہور نے یک قلم مسترد کر دیا اور اس کے غیر معتبر ہونے کی تصریح فرمادی، جیسا کہ فتح الباری سے گزرا۔

نیز عمدۃ القاری میں امام بدر الدین عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”مذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم منهم الأوزاعي و النخعي و النووي و أبو حنيفة و أصحابه و مالک و أصحابه و الشافعي و أصحابه و أحمد و أصحابه و إسحٰق و أبو ثور و أبو عبيد و آخرون كثيرون على أن من طلق أمراته ثلاثا وقعن و لكنه يأثم و قالوا: من خالف فيه: فهو شاذ مخالف لأهل السنة و إنما تعلق به أهل البدع و من لا يلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة التي لا يجوز عليهم التواطؤ على تحريف الكتاب و السنة“۔ (1)

یعنی تابعین و تبع تابعین کے جماہیر علما جن میں اوزاعی، نخعی، ثوری، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، مالک اور ان کے اصحاب، شافعی اور ان کے اصحاب، احمد اور ان کے اصحاب، اسحاق و ابو ثور و ابو عبید اور بہت سارے ان کے سوا علما کا مذہب یہ ہے کہ جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے گا اس کی طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ لیکن وہ گنہ گار ہوگا

(1) عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب من أجاز طلاق الثلاث لقول الله تعالىٰ، ج:۱۴، ص:۲۳۶، دار الفكر، بيروت

اوران سب کاارشاد ہے: جواس مسئلہ میں مخالف ہے وہ شاذ اوراہلِ سنت سے جدا ہے۔ اختلاف سے تو اہلِ بدعت اور وہ لوگ ہی چمٹے ہیں جن کی طرف التفات نہیں، اس لیے کہ یہ لوگ اہلِ سنت و جماعت سے جدا ہیں جن کا کتاب وسنت کی تحریف وتبدیل پر اتفاق کر لینا محال ہے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ غیر مقلد نے جو ابن قیم کے حوالہ سے جو اس قول شاذ کی نسبت بعض حنفیہ و مالکیہ وحنابلہ کی طرف کی ہے وہ غیر ثابت و نا معتبر ہے اور انصاف کی نظر سے دیکھئے تو جامع الرموز کی وہ عبارت بھی جو غیر مقلد نے نقل کی، جس کا ترجمہ یہ ہے جو خود غیر مقلد صاحب نے یوں کیا ہے: "زمانۂ رسالت سے لے کر امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہم سنی کہتے ہیں) کی شروع خلافت تک جب کوئی شخص تین طلاقیں دیتا تھا تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی، پھر لوگوں کے بکثرت طلاق دینے کی وجہ سے تین طلاقیں سیاستاً اور تعزیراً تین نافذ کر دی گئیں"۔

ہم اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کی مؤید ہے اور غیر مقلد صاحب کو بالکل مضر ہے، اس لیے کہ اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تین طلاقوں کے نافذ ولازم ہونے پر زمن فاروقی میں اجماع ہو گیا، کہ صاحب جامع الرموز نے عہدِ فاروقی میں کسی کے اختلاف کا ذکر نہ کیا، تو بات وہی ہے جو فتح الباری میں فرمائی کہ عہدِ فاروقی میں کسی کا اختلاف محفوظ و معلوم ہی نہیں اور اگر کوئی اس وقت مخالف ہوتا تو ضرور علما نقل کرتے۔ رہ گئی یہ بات کہ صدر اول میں تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع تھا تو اس پر بحث پہلے گذر چکی اور اس کا ایک جواب فتح الباری سے گزرا کہ بر تقدیر تسلیم یہ امر منسوخ ہو گیا اور ناسخ اس امر کا بعض لوگوں پر پوشیدہ تھا، پھر زمن فاروقی میں سب پر ظاہر ہو گیا، اسی لیے

کسی ایک صحابی نے بھی صدر اول کے دستور میں تغیر پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار نہ کیا، پھر اس کے بعد کسی کو کیا مجال انکار ہے، بلکہ تسلیم و انقیاد لازم ہے، اور اس کے خلاف فتویٰ دینا، قضا نافذ کرنا، حرام اور قاضی کی قضا ہرگز نافذ نہ ہو گی۔

اسی لیے "طحطاوی علی الدر المختار" میں جامع الرموز کی عبارت لکھ کر فرمایا: ''وفی البحر من أنکر وقوع الثلاث فقد خالف الإجماع ولو حکم حاکم بأن الثلاث تقع واحدة لم ینفذ حکمه لأنه لایسوغ فیه الاجتهاد لأنه خلاف لا اختلاف۔اھ'' ❶

یعنی جو تین طلاقوں کے واقع ہونے کا منکر ہے وہ بے شک اجماع کا مخالف ہے اور اگر کوئی حاکم یہ حکم کرے کہ تین طلاقوں کی ایک طلاق واقع ہو گی اس کا حکم نافذ نہ ہو گا، اس لیے کہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں، اس وجہ سے کہ یہ قول (اصل دین کے) خلاف ہے نہ کہ (اصل پر مبنی)

اختلاف غیر مقلد نے جامع الرموز کے ساتھ ساتھ طحطاوی کا نام بھی لیا مگر طحطاوی کی یہ عبارت جس سے جامع الرموز کی عبارت کا صحیح مفہوم کھلتا تھا دبا گیا اور جامع الرموز کی عبارت کو اپنے ذہنی اختراع سے ایک غلط مفہوم پہنایا اور مدعی ہوا کہ "پس امیر المومنین کا یہ قدم انتظامی اور سیاسی تھا، شرعی نہیں تھا" حالاں کہ "قہستانی" صاحب جامع الرموز کی عبارت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام شرعی نہیں تھا بلکہ ان کی عبارت سے صاف کھل رہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم اجماع صحابہ پر نافذ ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا، ایسے حکم اجماعی کو غیر شرعی بتا دینا غیر مقلد

❶ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الطلاق، ج:۲، ص:۱۰۵، المکتبة العربیة، کانسی روڈ، کوئٹہ

ہی کا کام ہے۔ اور اسے سنی مقلد عالم کے سر دھرنا غیر مقلدانہ جرأت اور بہتان و فریب میں مہارت ہے۔ پھر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کے غیر شرعی ہونے کی یہ الٹی دلیل بھی ملاحظہ ہو! غیر مقلد صاحب بہادر، سابقہ عبارت کے متصل رقم طراز ہیں: ''کیوں کہ امیر عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، نہ ان کو ایسا حق تھا، اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ خود اپنے دورِ خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے، اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے''۔ ❶

اور سیدھی بات یہ ہے کہ غیر مقلد صاحب مذکور اپنی اس الٹی دلیل سے مذہب اہلِ سنت کی تائید کر گئے اور جب غیر مقلد صاحب کو اعتراف ہے کہ امیر عمر (ہم سنی کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، وہ خود اپنے دورِ خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے تھے تو انھیں کے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ عین نبوی فیصلہ ہے، مگر غیر مقلد صاحب، پھر اوندھے ہو گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب نہ صرف سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب بلکہ جملہ صحابہ کے اجماع بلکہ اپنے اقرار کے بموجب، خود رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے پھر گئے اور اپنے اسی اقرار کو جو ابھی گزرا دلیل بنا کر پھر الٹی بات کہہ گئے کہ: ''اس لیے ان کے انتظامی قدم کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا اختلاس ❷ ہے، اقتباس ❸ نہیں، بلکہ شریعت میں ناجائز تصرف ہے۔''

---

❶ کتابچہ مذکورہ غیر مقلد ص: ۱۱

❷ دھوکا دینا ہے

❸ نقل عبارت

سبحان اللہ! اس ناجائز تصرف کے دعویٰ کی دلیل وہ ٹھہری جو پہلے غیر مقلد صاحب بول چکے کہ: ”کیوں کہ امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے۔ الخ...“

اب غیر مقلد صاحب ہی سے پوچھنا چاہیے، اور وہ اپنے اقرار کی روشنی میں بتائیں۔

غیر مقلدین سے سوالات:

① سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا شریعت میں ناجائز تصرف کیوں ہے؟ حالاں کہ امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہ تھے الخ۔

② اور جب آپ ہی کے بقول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”خود اپنے دورِ خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے“ تو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام حکم نبوی کے موافق ہے یا مخالف؟

③ حکم نبوی کے موافق ہے جیسا کہ اقرار غیر مقلد صاحب سے ظاہر ہے تو اسے نہ ماننا آپ تمام غیر مقلدوں کی حکم نبوی ﷺ سے سرتابی اور اجماع مسلمین کو توڑنا ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔

④ مخالف ہے تو یہ امر کون سی حدیث صریح غیر محتمل تاویل سے معلوم ہوا؟

⑤ سیدنا عمر کا یہ اقدام حکم خیر الانام علیہ الصلوٰۃ و السلام کے مخالف تھا تو صحابہ نے انکار کیوں نہ کیا؟

⑥ کیا اس تقدیر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے حکم کی مخالفت کا طعن بلکہ تمام صحابہ پر الزام آیا کہ نہیں آیا ضرور آیا، اور غیر مقلد صاحب نے جملہ

صحابہ کو حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پر اجماع کرنے والا ٹھہرادیا۔

⑦ متعہ بھی عہدِ رسالت و دورِ خلافت صدیق میں حلال تھا پھر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمادیا اور تمام صحابہ نے مانا کما عن فتح الباری. یہ اقدام بھی بظاہر نبوی فیصلہ کے خلاف ہے، پھر غیر مقلد صاحبان ان کے اس اقدام کو اپنے مذہب کی دلیل بناتے ہیں، وہ بھی متعہ کو حرام کہتے ہیں اور صدر اول میں جواز متعہ کے حکم کو منسوخ جانتے ہیں۔ تین طلاقوں کا مسئلہ اسی متعہ کی نظیر ہے، پھر اس میں اختلاف کی وجہ کیا ہے، اور دونوں میں غیر مقلدین کے نزدیک وجہ فرق کیا ہے، اور اگر وجہ فرق نہ بتاسکیں اور ہم کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ قیامت تک نہ بتاسکیں گے، تو یہ مسئلہ حسب ارشاد علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظیر متعہ ہے اور تین طلاقوں کے نافذ ہونے پر زمن فاروقی میں اجماع ہوچکا ہے، جیسے متعہ کی حرمت پر اس زمانہ میں اجماع ہوا تو اس میں جو مخالف ہے وہ منکر اجماع ہے اور وہی اختلاس کا مرتکب۔ جیسا کہ بارہا غیر مقلد کی خیانت کے نمونے سابقہ صفحوں میں دکھائے گئے اور بھی ناظرین دیکھیں گے۔ وللہ الحمد وله الحجة السامية

اور سنیوں کو اختلاس اور شریعت میں ناجائز تصرف کا مرتکب بنانا غیر مقلد کا بہتان ہے۔ غیر مقلد صاحب سنیوں پر اختلاس اور شریعت میں ناجائز تصرف کا بہتان باندھنے کے فوراً بعد رقم طراز ہیں: "بلکہ خود امیر عمر نے اپنے اس فیصلہ سے بھی آخر میں رجوع فرمایا" مگر اس رجوع کی خبر غیر مقلدوں کے سوا کسی کو نہیں، چنانچہ غیر مقلد نے جتنی کتابوں سے استناد کیا، ان میں اس رجوع کا کوئی ذکر نہیں، لامحالہ مجبور ہوکر ابن قیم کی "اغاثة اللھفان" کا سہارا لیا اور اس سلسلہ میں اس کتاب سے ایک روایت نقل کر لائے۔

یہاں ہم غیر مقلد صاحب ہی کے الفاظ نقل کریں، لکھتے ہیں کہ: "امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا کہ تین چیزوں پر ہوا کاش! میں طلاق کو حرام نہ کرتا، لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا اور نوحہ کرنے والی عورتوں کو قتل نہ کرواتا"۔

اس روایت کی صحت اور اس کی سند کا حال تو خدا ہی جانے۔ مگر اس سے قطع نظر خود متن حدیث میں بھی شبہ ہے، اس لیے کہ لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلاق دینے سے منع نہ فرمایا تھا، بلکہ خود غیر مقلد نے جو روایت ذکر کی ہے، اسی سے ثابت ہے کہ لوگ زمن فاروقی میں کثرت سے تین طلاقیں یک بارگی دیتے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں طلاقیں نافذ فرمادیں اور انھیں موقوف نہ رکھا کہ ایک بھی نہ پڑے، نہ ایک طلاق کا حکم فرمایا۔ حالانکہ اگر کوئی شخص ایسا خدمت میں آتا جس نے یکبارگی تین طلاقیں اپنی بیوی کو دی ہوتیں تو اس کو اتنا مار دیتے کہ اس کی کمر دکھ جاتی۔

مزید برآں اس سے غیر مقلد کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ اس روایت میں یوں نہیں ہے کہ "کاش میں نے تینوں طلاقوں کو نافذ نہ کیا ہوتا، تو اس روایت کی بنا پر رجوع کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بہتان ہے، جو غیر مقلدوں کا کام ہے: "اذ لم تستحی فاصنع ما شئت"۔ ❶

ع   بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن ❷

ترجمہ میں خطا:

غیر مقلد صاحب نے اس روایت کے ترجمہ میں ایک جگہ عربیت میں اپنی لیاقت

---

❶ جب تمھیں شرم نہیں ہے تو جو چاہو کرو۔ ک. مصباحی۔

❷ جب بے حیا ہو تو جو چاہو کرو۔

کا بھی مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ عربی عبارت: "وعلی أن لا أکون أنکحت الموالی" کا ترجمہ فرمایا "اور لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا" حالاں کہ "موالی" عربی عبارت میں وارد ہے جو مولیٰ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ آزاد کردہ غلام ہے تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "میں آزاد شدہ غلاموں کی شادی نہ کراتا" اور یہ دوسری بات ہے جس کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہونا محل نظر و موضع شبہ ہے۔ اس لیے کہ نکاح نسبت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے (1) اور سنت کی تعمیل کرنا، کرانا نیک کام ہے، غلاموں اور کنیزوں کے لیے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ؕ [النور: ۳۲]

اور نکاح کردو اپنوں میں جو بے نکاح ہوں اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

تو ان کا نکاح کرانا بھی نیک کام ہے اور وہ بھی مامور بہ ہے۔ لہٰذا آیت سے بے نکاحی کنیزوں کا نکاح کرنے کا بھی حکم ہوا۔ نیز قرآن کریم مسلم کنیز سے نکاح کی ترغیب یوں فرماتا ہے:

وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ [البقرۃ: ۲۲۱]

یعنی مسلم باندی، آزاد مشرکہ عورت سے بہتر ہے، اگرچہ تمھیں مشرکہ پسند آئے۔

تو یہ ہرگز معقول و مقبول نہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کارِ خیر کر کے ندامت کا اظہار کریں اور نوحہ کرنے والی عورتوں کے قتل کرنے کی حکایت بھی ثابت نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے، بے ثبوت شرعی کسی مسلم کی طرف کسی گناہ کی نسبت ناجائز و حرام ہے۔

(1) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فقد رغب عنی" (احیاء علوم الدین، ج: ۲، ص: ۲۲، دار المعرفۃ، بیروت)

غیر مقلد کی خیانت:

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: ''لا تجوز نسبة مسلم إلیٰ کبیرة من غیر تحقیق۔ ❶ مگر غیر مقلد سے اس کی شکایت کہ ان کے پاس نہ تو خوفِ خدا ہے، نہ رسول سے حیا، نہ صحابہ کا ادب۔ واللہ تعالیٰ ھو الھادی والمستعان۔

پھر غیر مقلد صاحب کی طرف خیانت دیکھیے۔ حدیث ابو الصہبا جس سے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے غیر مقلد نے استدلال کیا، یہ حدیث سنن ابو داوٗد شریف میں بھی کچھ لفظوں میں تغیر کے ساتھ مروی ہوئی، غیر مقلد صاحب ابو داوٗد شریف سے اپنے مطلب کی دو حدیثیں تو نقل کرلائے اور اس حدیث کو ان دوسری روایات سمیت جن سے مدعیٰ پر زد پڑتی تھی، صاف اڑا گئے، پہلے غیر مقلد صاحب کی مذکورہ دو حدیثیں سن لیجیے۔

پہلی حدیث مصنف عبد الرزاق و ابو داوٗد کے حوالے سے لکھی، جو یہ ہے: ''عن ابن جریح قال: أخبرنی بعض بنی رافع عن عکرمة، أن ابن عباس طلق رجل علی عهد النبی ﷺ امرأته ثلاثا فقال النبی ﷺ (قال ابن یراجعه کتابچہ میں ایسا ہی ہے اور شاید کچھ ساقط ہو گیا ہے۔) أن یراجعها قال اِنی طلقتها ثلاثا قال: قد علمت وقرأ النبی ﷺ ''یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ'' قال: فارتجعها۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، آپ نے اس کو رجوع کرنے کا

---

❶ احیاء العلوم، ج:۳، ص:۱۵۴، کتاب آفات اللسان، فصل الآفة الثامنه، مطبع، دار صادر، بیروت

حکم فرمایا، اس نے کہا میں نے تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے کہا میں جانتا ہوں، اور یہ آیت پڑھی کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب عورتوں کو طلاق دینا چاہتے ہو، تو ان کی عدت میں دیا کرو۔ پس اس نے اپنی بیوی کو واپس کیا (اھ ملخصاً)

اقول: اس حدیث سے استناد درست نہیں، اس لیے کہ ابو داوٗد نے اس پر سکوت نہ کیا، بلکہ اس کو ذکر کر کے اس کے متصل ہی ایسا کلام کیا جس سے اس حدیث کا مرجوح ہونا ظاہر ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں: ''وحديث نافع بن عجير و عبد الله بن علي بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده أن ركانة طلق امرأته البتة فردها إليه النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أصح، لأنهم ولد الرجل وأهله أعلم به إن ركانة إنما طلق امرأته البتة فجعلها النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحدة''۔ [1]

یعنی نافع بن عجیر اور عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ کی حدیث جو انھوں نے اپنے باپ علی سے اور ان کے باپ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی، کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی کو رکانہ کی طرف واپس کر دیا۔ ''صحیح تر ہے''۔ اس لیے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور ان کی آل خوب باخبر ہے کہ رکانہ نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا۔ یعنی رکانہ سے استفسارِ مراد اور رکانہ کے قسم کھانے کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طلاق واقع ہونے کا حکم فرمایا، جیسا کہ روایت میں پہلے گزرا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکانہ نے تین طلاقیں نہ دی تھیں، بلکہ طلاق البتہ دی تھی اور یہی ابو داوٗد کے نزدیک راجح ہے اور وہ پہلی اور اس کے ہم معنیٰ روایت مرجوح ہے اور منکر ہے، جیسا کہ احکام القرآن سے گزرا۔

---

[1] سنن ابو داؤد، ص:۳۷۴، كتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث تحت حديث: ۲۱۹۶، دار احياء التراث، بيروت

اب دوسری حدیث جو غیر مقلد صاحب نے ابو داؤد شریف سے لکھی سنیے: ''عن ابن عباس إذا قال أنت طالق ثلاثا بفم واحدة''۔

اس کا ترجمہ غیر مقلد صاحب یوں کرتے ہیں: ''ابن عباس نے فرمایا: جب کوئی تین طلاقیں بفم واحد کہلائے تو وہ ایک طلاق ہوگی یعنی ایک ہی بولی سے تین طلاقیں دے دیں تو وہ ایک ہی ہوگی۔''

حدیثِ ابن عباس:

اب اس پر ابوداؤد کا کلام سنیے، سنن ابو داؤد میں ہے: ''قال أبو داؤد: روی حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة: هذا قوله لم یذکر ابن عباس و جعله قول عکرمة''۔ (1)

یعنی ابوداؤد نے فرمایا کہ حماد بن زید نے ایوب سے، انھوں نے عکرمہ سے یہ بات روایت کی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہ کیا اور حماد بن یزید نے اسے عکرمہ کا قول قرار دیا آگے سنن ابو داؤد میں ہے: ''وصار قول ابن عباس فیها حدثنا أحمد بن صالح و محمد بن یحییٰ، وهذا حدیث أحمد، قالا: أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن أبی سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف و محمد بن عبد الرحمٰن بن ثوبان عن محمد بن إیاس، أن ابن عباس و أبا هریرة و عبد الله بن عمر و بن العاص سئلوا عن البِکر یطلقها زوجها ثلاثا فکلهم قال: "فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ" و روی مالک عن یحییٰ بن سعید عن بکیر بن الأشج عن معاویة بن أبی عیاش أنه شهد هذه

(1) سنن ابوداؤد، ص:۳۷۵، تحت حدیث:۲۱۹۷

القصة حين جاء محمد بن إياس ابن البكير إلى ابن الزبير و عاصم بن عمر فسألهما عن ذلک فقالا: اذهب إلى ابن عباس و أبی هريرة فإنی تركتهما عند عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ثم ساق هذا الخبر"۔ ❶

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول اس حدیث کے مطابق ہوا جو ہم سے احمد بن صالح و محمد بن یحییٰ نے بیان کی اور یہ حدیث احمد ہے، دونوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، وہ راوی ہیں معمر سے، وہ راوی ہیں زہری سے، وہ راوی ہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ایاس سے کہ ابن عباس و ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کنواری (غیر مدخولہ) کے بارے میں پوچھا گیا جب کہ اس کا شوہر تین طلاقیں دیدے، تو سب نے فرمایا: شوہر کو وہ حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ ہولے۔ اور مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی وہ روایت کرتے ہیں بکیر بن اشج سے، وہ راوی ہیں معاویہ بن ابی عیاش سے کہ انھوں نے فرمایا کہ وہ اس واقعہ کے شاہد تھے جب محمد بن ایاس بن بکیر، ابن زبیر اور عاصم بن عمر کے پاس آئے، تو ان دونوں سے یہ مسئلہ پوچھا، ان دونوں نے فرمایا کہ ابن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس جاؤ، میں نے انھیں عائشہ کے پاس چھوڑا، پھر یہی خبر نقل کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نہیں کہ ایک بولی سے تین طلاقیں دے دیں تو ایک ہی طلاق ہوگی، بلکہ ان کا قول یہ ہے کہ تین طلاقیں یک بارگی دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہوں گی، اور یہی مذہب ابوہریرہ

❶ سنن ابوداؤد، ص:۳۷۵، تحت حدیث:۲۱۹۷، دار احیاء التراث، بیروت

وعبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ہے، بلکہ جملہ صحابہ کرام کا یہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں منفرد نہیں بلکہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا، اور پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

اسی سنن ابو داوٗد شریف میں روایت سابقہ کے متصل ہے: ''حدثنا محمد بن عبد المالک بن مروان أخبرنا أبو النعمان أخبرنا حماد بن زید عن أیوب عن غیر واحد عن طاؤس، أنّ رجلا یقال له أبو الصهباء کان کثیر السوال لابن عباس قال: أما علمت أن الرجل کان إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن یدخل بها جعلوها واحدة علیٰ عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر وصدراً من إمارة عمر۔ قال ابن عباس: بلیٰ کان الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن یدخل بها جعلوها واحدة علی عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر وصدراً من امارة عمر، فلما رأی الناس قد تتابعوا فیها قال: أجیزوهن علیهم''۔ [1]

یعنی ہم سے حدیث بیان کی محمد بن عبد المالک بن مروان نے، ان سے حدیث بیان کی ابو النعمان نے، ان سے حدیث بیان کی حماد بن زید نے، وہ روایت کرتے ہیں ایوب سے، انھوں نے بہت سے لوگوں سے روایت کی اور ان بہت سے راویوں نے طاؤس سے روایت کی کہ ایک شخص ابو الصہبا نامی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سوال کرتا تھا، اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی: کیا آپ کو خبر نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر کے زمانے میں اور خلافتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع دور میں آدمی جب اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تھا،

---

[1] سنن ابو داؤد، ص:۳۷۵، تحت حدیث:۲۱۹۸، دار احیاء التراث، بیروت

تو اسے ایک طلاق قرار دیتے تھے، آپ نے فرمایا: ہاں! جب آدمی اپنی بیوی کو اس سے صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دیتا، تو زمن رسالت وصدیق وآغاز خلافتِ عمر میں ایک طلاق قرار دیتے تھے؟ پھر جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگ کثرت سے تین طلاقیں دے رہے ہیں تو انھوں نے صحابہ سے فرمایا تین طلاقوں کو لوگوں پر نافذ کردو۔

صحابہ سے مشورہ:

سند حدیث سے ظاہر کہ یہ روایت طاؤس مصاحب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بہت لوگوں نے کی اور سب نے یہ روایت کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ میں صحابہ سے مشاورت کی اور ان سے کہا کہ تین طلاقیں لوگوں پر نافذ کردیں "اجیز وھن" سے تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا حکم دینا تو لفظ کا مدلول مطابقی ہے اور اس کی دلالت التزامی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں صحابہ حاضر تھے اور انھوں نے صحابہ سے بطور مشارت فرمایا: اجیز وھن پھر کسی ایک راوی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی کا اختلاف اصلاً نہ بتایا، اور یہ کھلی دلیل اجماع صحابہ کی ہے، اور غیر مقلد صاحب کا ابوداؤد شریف سے دو حدیث نقل کرلانا، اور خلافِ مدعی دوسری حدیثوں کو خصوصاً اس آخری روایت کو چھپالینا، بھاری خیانت ہے، پھر بھی غیر مقلد صاحب کا کام اس حدیث ابوالصہبا سے نہیں چلتا اور اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو یہی حدیث ابوالصہبا ہمارے لیے حجت قاطعہ تھی، اس لیے کہ اس حدیث میں صاف دلیل اس پر موجود ہے کہ صدر اول کا حکم برتقدیر ثبوت حکم مذکور زمانۂ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نہ رہا، اس لیے کہ اس کی علت (جو فتح الباری سے مستفاد ہوئی یعنی پہلے کے لوگوں کا ارادۂ تاکید کرنا اور ان کے صدور پاک وصاف ہونا اور مکر وخداع سے بری ہونا) اب نہ رہی،

اورلوگ شرارت کرنے لگے، جیسا کہ خود روایت کے اسلوب سے ظاہر ہے۔ لہٰذا یہ حکم یا تو منسوخ یا انتہائے علت کی وجہ سے موقوف ہوگیا۔

امام طحاوی کی دلیل:

طحاوی شریف میں فرمایا: ''وفی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنهما ما لو اکتفینا به کان حجة قاطعة، و ذلک أنه قال: فلما کان زمان عمر قال: یا أیها الناسِ قد کانت لکم فی الطلاق أناة و إنه من تعجل أناة اللہ فی الطلاق ألزمناه إیاه''۔ (1)

یعنی اگر ہم حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما پر اکتفا کرلیں تو اسی میں وہ ہے، جو دلیل قطعی ہمارے مدعیٰ کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما نے فرمایا کہ پھر جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه کا زمانہ ہوا تو انھوں نے کہا: ''اے لوگو! تمھیں طلاق کے معاملے میں شرع سے مہلت تھی اور جو اس مہلت سے پہلے طلاق میں جلدی کرے ہم اس کے لیے لازم کردیں گے۔''

غیر مقلد صاحب نے امام طحاوی کا نام بھی ان لوگوں میں ذکر کیا ہے، جنھوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور اس طرح اجماع کا انکار کرکے مسئلہ کو مختلف فیہ بتانا چاہا، اور یہ بات از راہ خیانت اڑا گئے کہ یہ اختلاف کسی گنتی میں شمار ہے یا نہیں، حالاں کہ امام طحاوی نے تین طلاقوں کے لازم ہونے پر اجماع کا قول فرمایا ہے۔

فخاطب عمر رضی اللہ عنه بذلک الناس جمیعًا وفیهم أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آله و رضی اللہ عنهم، الذین قد علموا ما تقدم من ذلک فی

(1) شرح معانی الآثار، ج:۲، ص:۴۱۹، کتاب الطلاق باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا معا، حدیث نمبر: ۴۳۸۵، مطبوعه: دارالکتب العلمیة

زمن رسول الله ﷺ فلم ینکره علیه منهم نکر و لم یدفعه دافع فکان ذلک أکبر الحجة فی نسخ ما تقدم من ذلک لأنه لما کان فعل أصحاب رسول الله ﷺ جمیعًا فعلا یجب به الحجة، کان کذلک أیضا إجماعهم علی القول إجماعًا یجب به الحجة۔ (۱)

پھر امام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعدد روایات کے ساتھ وہ روایتیں بھی بیان فرمائیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ وعبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے، جو جماہیر اہلِ سنت کا ہے، اور اس سے بھی عہدِ فاروقی میں اس مسئلہ پر اجماع کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کے اقوال:

حاشیہ ابو داؤد پر فتح القدیر علامہ کمال الدین ابن ہمام سے ہے: ”لم ینقل عن أحد منهم أنه خالف عمر حین أمضی الثلاث و هو یکفی فی الإجماع إلا أنه یرد أنهم خالفوا ما ترکهم علیه النبی ﷺ۔ و الجواب: أنه لا یتاتی منهم إلا وقد اطلعوا فی الزمان المتأخر علی وجود ناسخ او لعلهم علموا بانتهاء الحکم بانتهاء علة“۔ (۲)

یعنی کسی کی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت مخالفت منقول نہیں، جب انھوں نے تینوں طلاقیں نافذ فرمائیں، اور یہ اجماع میں کافی ہے۔ مگر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ نے

---

(۱) شرح معانی الآثار، ج: ۲، ص: ۴۲۰، ۴۱۹، حدیث نمبر: ۴۳۸۶

(۲) سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، ج: ۱، ص ۲۹۹، دار السلام، سہارن پور

اس کی مخالفت کی جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام انھیں چھوڑ گئے۔ اور جواب یہ ہے کہ صحابہ سے ایسا اسی صورت میں متصور ہے، جب وہ وقت متاخرین میں گذشتہ حکم کے ناسخ پر مطلع ہوں، یا انھوں نے جانا کہ حکم انتہائے علت کے سبب منتہی ہوگیا، پھر یہ سب اسی صورت میں ہے جب کہ متن حدیث ثابت ہو، مگر روایات مختلفہ کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث متن کے لحاظ سے مضطرب ہے۔ دیکھئے اس روایت کے بعض طرق میں "قبل أن یدخل بھا" ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صدر اول ہی میں غیر مدخولہ کے ساتھ خاص تھا، اور مدخولہ کا یہ حکم نہ تھا، اسی لیے امام نووی نے اسے احادیث مشکلہ میں شمار فرمایا۔

چنانچہ شرح مسلم نووی میں ہے: "وھذا الحدیث ھو معدود من الأحادیث المشکلة"۔ ❶

فتح الباری میں ہے:

الجواب الرابع: دعوی الاضطراب قال القرطبی فی "المفھم": وقع فیه مع الاختلاف عن ابن عباس الاضطراب فی لفظه و ظاھر سیاقه یقتضی النقل عن جمیعھم أن معظمھم کانوا یرون ذلک، والعادة فی مثل ھذا أن یفشوا الحکم وینتشر فکیف ینفرد به واحد عن واحد؟ قال: فھذا الوجه یقتضی التوقف عن العمل بظاھرہ إن لم یقتض القطع ببطلانه۔ ❷

یعنی روایت ابو الصہبا کا چوتھا جواب یہ ہے کہ متن حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کیا جائے، علامہ قرطبی نے "مفھم" (شرح مسلم) میں فرمایا: کہ اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل میں اختلاف کے ساتھ لفظ حدیث میں اضطراب

❶ شرح مسلم للنووی، ج:۱۰، ص:۵۶، باب طلاق الثلاث، دار المنار
❷ فتح الباری، ج:۱۲، ص:۳۱، باب طلاق الثلاث

واقع ہوا" اور حدیث کا ظاہر سیاق یہ چاہتا ہے کہ تمام صحابہ سے یہ منقول ہو کہ بیش تر صحابہ کی یہی رائے تھی (یعنی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا) اور اس جیسے مسئلہ میں عام طور پر حکم مشہور اور منتشر ہوتا ہے، تو کیسے ایک راوی ایک سے روایت میں منفرد ہوا، تو یہ وجہ مقتضیٰ ہے کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل موقوف رکھا جائے اگر یہ وجہ اس خبر کے بے اصل ہونے کا اقتضا نہ کرے، اور جب متن خبر میں اشکال و اضطراب اور مخالفت روایات دیگر کی وجہ سے شذوذ و نکارت ہے تو یہ امر ضعف سند کو بھی مستلزم ہے۔

اور بعض محدثین نے من حیث الاسناد اس حدیث کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور کہا ہے کہ ایوب نے اسے مجہولین سے روایت کیا ہے کما فی الحاشیہ علی سنن اَبی داوٗد اور محشی ابو داوٗد نے دعویٔ ضعف کو اگرچہ رد کیا ہے اور دوسرے طرق سے حدیث کے مروی ہونے کے سبب جہالت رواۃ کو غیر مضر بتایا ہے، مگر اس سے حدیث کا فی نفسہٖ ثابت ہونا لازم نہیں، بلکہ اس کا ثبوت محل بسیار اشتباہ ہے، جیسا کہ مفصل گزرا، تو حدیث بوجہ اشد ضعیف ہے کہ اضطراب متن ضعف سند سے شدید تر ہے۔

بالجملہ غیر مقلد نے اپنے باطل دعویٰ پر پانچ حدیثیں پیش کیں، پہلی اور دوسری مسلم و دارقطنی کی وہی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ دورِ رسالت و صدیق میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں۔ اس کی جو حالت ہے وہ معلوم ہوئی، اور برتقدیر ثبوت اس میں دلیل ہم اہلِ سنت و جماعت کے لیے ہے، جیسا کہ بارہا گزرا۔ اور باقی تین حدیثیں مسند امام احمد، مصنف عبد الرزاق اور سنن ابو داوٗد کے حوالے سے نقل کیں، ان کا حال بھی مفصل معلوم ہوا اور خیانت غیر مقلد کی بھی بارہا نقاب کشائی کی گئی، اور ثابت کیا گیا کہ غیر مقلد کے لیے یہ صالح احتجاج نہیں۔ فللّٰہ الحمد و له الحجة السامية

تنبیہ:

بحمدہ تعالیٰ ہمارے مدعی پر وہ احادیث بھی شاہد ہیں جن میں یہ ارشاد فرمایا کہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر کو حلال نہ ہوگی، جب تک دوسرے شوہر سے صحبت نہ ہو لے، جیسے: حدیث رفاعہ، اسی لیے اسے امام بخاری نے "باب من أجاز الثلاث" [1] میں روایت فرمایا ہے، اور امام طحاوی نے ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے بھی روایات ذکر کیں، جن میں تین طلاقوں کے نافذ و لازم ہونے کے ساتھ ساتھ حرمت زوجہ کا ذکر ہے، اور اس حرمت کی غایت نکاح حلالہ کو بتایا، جیسا کہ آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا:

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ [البقرة:۲۳۰]

یعنی اگر تین طلاقیں دے دے تو بیوی حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے صحبت ہو، یہاں سے ظاہر ہوا کہ تین طلاقوں کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد شوہر بیوی سے جماع کرلے تو وہ جو تین طلاقوں سے ثابت ہوئی تھی، ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب عورت دوسرے شوہر سے کسی طرح نکاح زائل ہونے کے بعد عدت گزار کر پہلے سے نکاح کر سکتی ہے، اور یہ نکاح جسے نکاح حلالہ کہتے ہیں نص قرآن اور متعدد احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے اور اس کی حلت امر منصوص ہے، اور اسے مطلقاً حرام ٹھہرانا نصوص قرآن و حدیث کا انکار ہے، جو کفر ہے۔

نکاحِ حلالہ:

اپنے کتابچہ میں غیر مقلد صاحب نے جا بجا نکاحِ حلالہ کو مطلقاً حرام، اور ابن قیم کے حوالے سے متعہ سے بدتر کہا ہے اور اس دعویٰ میں نہ نص قرآن کی پرواہ کی، نہ احادیث

---

[1] صحیح البخاری، ج:۲، ص:۷۹۱، مجلس برکات، مبارک پور، اعظم گڑھ

صریحہ کا خیال کیا، اور کچھ احادیث ذکر کیں جن سے صراحۃً حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ترمذی کی اس حدیث سے نکاحِ حلالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''لعن اللہ المحلل والمحلل لہ''۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس پر جو عورت کو دوسرے کے لیے حلال کرے، اور اس پر جس کے لیے حلال کی گئی۔

الفاظ حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے بھی نکاح حلالہ صحیح ہے، تو یہ حدیث آیتِ کریمہ اور دوسری احادیث کے معارض نہیں ہے؛ اس لیے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شوہر ثانی کو محلل فرمایا، یعنی حلال کرنے والا۔ یہ اس پر دلالت صریحہ ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہے، ورنہ اسے محلل نہ فرماتے، غایت درجہ یہ ہے کہ نکاح محض تحلیل کے ارادے سے کرنا برا ہے، تو اس حدیث سے اس کی خساست وقباحت کا اظہار مراد ہے، نہ کہ حقیقت لعنت مراد ہو۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ شرعاً کوئی فعل جائز ہوتا ہے مگر اس کے قبح کے اظہار میں مبالغہ فرمایا جاتا ہے۔ جیسے صدقہ یا ہبہ کرکے شئ موہوب لہ یا متصدق بہ کو خریدنا کہ اس سے حدیث میں ممانعت فرمائی۔ اور یہ فرمایا کہ ہبہ یا صدقہ میں عود کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے قے میں منھ ڈالے۔ کما فی البخاری

وہاں علما نے فرمایا کہ یہاں ''نہی'' تنزیہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں، تو ضروری نہیں کہ ہر وہ شے جس کی برائی بیان کی جائے وہ شرعاً حرام ہی ہو کہ قبح شے حلت شے کے منافی نہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ حدیث میں فرمایا: ''أبغض الحلال إلى الله الطلاق'' (۲) سب حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک مبغوض تر طلاق ہے۔

---

(۱) جامع الترمذی مع حاشیة نفع قوت المغتذی، ج: ۱، ص: ۱۳۳، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی المحلل المحلل لہ، مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ

(۲) سنن ابو داؤد، ص: ۳۷۱، کتاب الطلاق، باب فی کراھیة الطلاق، حدیث: ۲۱۷۸، دار احیاء التراث، بیروت

بالجملہ یہ حدیث نکاحِ حلالہ پر شاہد ہے جس طرح کہ دوسری حدیثیں اس پر نص ہیں، اوراس سے حرمت نکاحِ حلالہ سمجھنا جہالت وضلالت ہے۔زیادہ سے زیادہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل باوجود حلت شرعاً ناپسندیدہ ہے یا اس پر محمول ہے کہ زبان سے تحلیل کی شرط کرلی جائے۔

چنانچہ "لمعات" کے حوالہ سے حاشیۂ ترمذی پر ہے: "وإنما لعن الأول لأنه نكح على قصد الفراق والنكاح شرع للدوام وصار كالتيس المستعار على ما وقع فى الحديث ولعن الثانى لأنه صار سببا لمثل هذا النكاح والمراد أظهار خساستهما لأن الطبع السليم يتنفر عن فعلهما لاحقيقة اللعن وقيل المكروه اشتراط الزوج بالتحليل فى القول لا فى النية بل قد قيل إنه ماجور بالنية بقصد الإصلاح"۔ (1)

یعنی حدیث میں پہلے شخص یعنی محلل (اسم فاعل) پر تو اس لیے لعنت فرمائی کہ اس نے قصد فراق نکاح کیا ہے حالاں کہ نکاح تو دوام تعلق کے لیے مشروع ہوا ہے اور وہ منگنی کے بکرے کی طرح ہوگیا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔(یعنی ایسے شخص کی مثال اس بکرے جیسی ہے جسے مادہ پر چڑھنے کے لیے منگنی لیا جائے) اور دوسرے یعنی محلل لہ (اسم مفعول) پر اس لیے لعنت آئی کہ وہ ایسے نکاح کا سبب بنا۔اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی خساست ظاہر ہو، اس لیے کہ طبع سلیم ان دونوں کے فعل سے متنفر ہے، حقیقت لعنت مراد نہیں اور کہا گیا کہ مکروہ یہ ہے کہ شوہر حلالہ کی شرط قولاً کرے نہ کہ نیت میں، بلکہ بے شک کہا گیا کہ وہ نیت تحلیل پر قصداً اصلاح کے سبب ماجور ہوگا۔

---

(1) ترمذی شریف، باب ماجاء فی المحل والمحلل لہ، ص:۱۳۳، حاشیہ نمبر:۴، بحوالہ لمعات، مجلس برکات

اقول: لمعات سے جو گزرا اس کی تائید خود حدیث سے ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر معتمد غیر مقلد میں ہے: "عن ابن عباس قال: سئل رسول اللہ ﷺ عن نکاح المحلل، قال: لا، إلا نکاح رغبة لا نکاح دلسة، ولا استهزاء بكتاب الله ثم يذوق عسيلتها"۔ ❶

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے نکاح محلل کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا: نہیں، ہاں! مگر جب کہ رغبت سے ایسا نکاح ہو نہ کہ دھوکہ کا نکاح اور نہ کتاب اللہ سے استہزا پر شوہر ثانی بیوی سے صحبت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح حلالہ بہ نیت خیر وقصد اصلاح نہ صرف جائز بلکہ خوب ہے۔

نکاحِ حلالہ بنیت خیر:

اسی میں ہے: "عن عمر بن نافع عن أبيه أنه قال: جاء رجل إلى ابن عمر فسأله عن رجل طلق امرأته ثلاثا فتزوجها أخ له من غير مؤامرة منه ليحلها لأخيه، هل تحل للأول؟ فقال: لا إلا نكاح رغبة كنا نعُدُّ هذا سفاحًا على عهد رسول الله ﷺ۔ فأما إذا كان الثاني إنما قصده ليحلها للأول فهذا هو المحلل الذي وردت الأحاديث بذمه ولعنه ومتى صرح بقصوده بطل النكاح عند جمهور الأئمة"۔ ❷

یعنی عمرو بن نافع سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا تو ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، تو اس عورت سے اس کے شوہر کے بھائی نے بغیر اس سے مشورہ کیے نکاح کر لیا تاکہ اسے اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے، کیا وہ پہلے شوہر کو حلال

❶ تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورة البقرة، ج: ۱، ص: ۲۵۱، مطبوعہ دار صادر، بیروت

❷ تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورة البقرة، ج: ۱، ص: ۲۵۱، مطبوعہ دار صادر، بیروت

ہے؟ فرمایا نہیں، مگر رغبت کا نکاح۔ ہم اس کو (یعنی بے نیت صالحہ محض لذت کی غرض سے ایسے نکاح کو) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زنا شمار کرتے تھے (ابن کثیر نے کہا:) تو اگر زوج ثانی کا قصد محض یہی ہو کہ پہلے کے لیے عورت کو حلال کرے تو یہی وہ محلِّل ہے، جس کی برائی اور اس پر لعنت احادیث میں وارد ہوئی اور جب اس مقصد کی صراحت کر دی (یعنی شرط کرے) تو جمہور ائمہ کے نزدیک نکاح باطل ہے۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ نکاحِ حلالہ نیت خیر وقصد اصلاح سے حرام نہیں بلکہ امر جائز و خوب ہے اور حدیث میں ذم کا محمل وہی ہے جب کہ قصد محض حصولِ لذت کے بعد چھوڑ دینا ہو اور حرمت اسی صورت میں جب کہ وقت نکاح تحلیل کی شرط کر لے۔ خود غیر مقلد صاحب نے کہا ہے نکاح ثانی اس خیال سے کرنا کہ وہ شادی کے بعد طلاق دے دے اور اس سے ایسا شرط کرنا جس کو حلالہ کہا جاتا ہے یہ ایک حرام اور ملعون فعل شرط کے حنفیہ بھی قائل نہیں، جنھیں غیر مقلد واصحاب ظاہر اہل الرائے کہتے ہیں، پھر ان کا قول پھینک دینے کے قابل کیوں ہے۔ حالاں کہ وہ آیت قرآنی اور نصوص حدیث کے موافق اور خود غیر مقلد کے مستند و معتمد ابن کثیر کے کلام سے مؤید ہے۔ یہاں بھی غیر مقلد نے خیانت کا مظاہرہ کیا، یوں کہ وہ احادیث جن سے نکاح حلالہ کا جواز معلوم ہوتا ہے صاف دبا گیا پھر آیت کے مفہوم میں تحریف ملاحظہ ہو۔

رقم طراز ہیں: ”تیسری طلاق دینے کے بعد اب رجوع نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ وہ طلاق مغلظہ ہو چکی صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے وہ اتفاق سے مرجائے یا کسی مجبوری کی بنا پر طلاق دے دے اور وہ مغلظہ ہو جائے اور قابل رجوع نہ رہے، تو وہ عدت گزارنے کے بعد ہی عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے“۔

غیر مقلد صاحب کسی مجبوری کی بنا پر یہ کس لفظ قرآنی کا مفہوم ہے، یا کس لفظ حدیث کا معنیٰ ہے نہ بتا سکیں اور ہرگز نہ بتا سکیں گے تو یہ قطعاً تحریف معنوی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اختتامیہ:

بحمدہٖ تعالیٰ غیر مقلد صاحب کا رد تمام ہوا اور مذہب اہلِ سنت و جماعت خود ثابت ہے اور اس کا خلاف گمراہی و بے دینی و ہلاکت وخسران دنیا و آخرت ہے اور گروہ اہلِ سنت بحمدہٖ تعالیٰ چار مذاہب میں منحصر ہے، ان سے جو خارج ہے وہ جہنم میں تنہا رکھا جائے گا۔

علامہ طحطاوی کا ارشاد ہدایت بنیاد آخر میں سنتے چلو، آگے اختیار بدست مختار:

”قال الطحطاوی قدس سرہ: من شذ عن جمهور أهل الفقه والعلم والسواد الأعظم فقد شذ فی ما یدخله فی النار فعلیکم معاشر المومنین بإتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة فإن نصرة اللہ وحفظه وتوفيقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم و هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب أربعة وهم الحنفيون والشافعيون والحنبليون رحمهم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن هذه الأربعة فی هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار“۔ واللہ تعالیٰ أعلم[1]

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبد الرحیم غفرلہ القوی

۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۱۰ھ

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الذبائح، ج:۴، ص:۱۵۳، دار المعرفة، بیروت

ماخذ ومراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	مطابع
القرآن الکریم	کتاب اللہ	مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ
احکام القرآن للجصاص	احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص، متوفیٰ ۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
تفسیر ابن کثیر	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفیٰ: ۷۷۴ھ	دار صادر، بیروت
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل بخاری، متوفیٰ: ۲۵۶ھ	مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ
الصحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفیٰ: ۲۶۱ھ	مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ
جامع الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفیٰ: ۲۷۹ھ	مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ/دار احیاء التراث العربی، بیروت
سنن النسائی شریف	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفیٰ: ۲۷۹ھ	دار احیاء التراث، بیروت
شرح معانی الآثار	امام احمد بن محمد طحاوی متوفیٰ: ۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
سنن ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفیٰ: ۲۷۵ھ	دار السلام سہارنپور/ دار احیاء التراث، بیروت

فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی: ۹۷۲ھ	دار السلام، سہارن پور/ دار أبی حیان
عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی: ۸۵۵ھ	دار ابی حیان، بیروت
شرح مسلم للنووی	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی: ۶۷۶ھ	دار المنار
فتاویٰ شامی	خاتم المحققین محمد امین ابن عابدین شامی	المکتبۃ العلمیۃ، بیروت
الفتاوی الحدیثیۃ	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، متوفی: ۹۷۴ھ	دار المعرفۃ، بیروت
بہارِ شریعت	صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی: ۱۳۶۷ھ	المکتبۃ المدینۃ (دعوتِ اسلامی)
نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی: ۸۵۲ھ	مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ
التعریفات للجرجانی	سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی، متوفی: ۸۱۶ھ	دار الکتب العربی
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت
طحطاوی علی الدر المختار	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی، متوفی: ۱۲۴۰ھ	المکتبۃ العربیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ/ دار المعرفۃ، بیروت
ھدایہ اولین	برھان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی: ۵۹۳ھ	مجلس برکات، مبارکپور، اعظم گڑھ